میں انھوں نے اپنے دقیق مشاھدات کو پیکر شعر میں ڈھالا لیکن اس میدان میں سب سے بڑھ کر جہاں ان کے جوہر کھلے وہ مناظر فطرت کا بیان تھا جس میں وہ اهل مشرق پر بازی لے گئے ۔ سبزۂ و آب رواں، اشجار و طیور ، چاند ستارے ، محلاّت اور اُن کی آرائش و زیبائش جیسے موضوعات پر ان کے قلم نے مُوقلم کی سی باریکی دکھائی اور یہ اندلس کی حسین و جمیل فضاؤں کا طبعی تقاضا تھا ۔ وصفیہ شاعری کے اس عظیم الشان ذخیرے سے انتخاب اور پھر اس کی چند نمائندہ مثالیں پیش کرنا بھی اس مختصر سے مضمون میں ممکن نہ ہو گا ۔ ابن خفاجہ ابراھیم بن ابی الفتح (م ۵۳۳ ھ ۱۱۳۸ء) کو چونکہ ,,وصف الطبیعۃ ،، یعنی مناظر فطرت کی عکاسی میں نمایاں حیثیت حاصل ہے اس لئے اس کے چند اشعار پر نظر ڈالتے چلیں کہ آب رواں کی تصویر اس نے کس چابکدستی سے بنائی ہے اور اس میں کیا کیا رنگ صرف کئے ھیں :

متعطّف مثل السِّوارِ کانّہ

والزَّھرُ یکنفہ ، مجرُّ سمـــاءِ

قدرَقّ حتی ظُنَّ قُرصــاً مُضرغاً

مِن فِضّۃٍ فی بُردۃٍ خَضراءِ

وغدَتْ تَحُفُّ بہ الغصـونُ کانّھا

ھُدْبٌ یَحُفُّ بِمُقلۃٍ زَرقـــاءِ

والرِّیحُ تَعْبَثُ بالغُصُونِ وقد جرَی

ذَھَبُ الاَصیلِ عَلی لُجَینِ الماء (۳۲)

,,کنگن کی طرح بل کھایا ھوا

پھولوں میں گھرا ھوا (یہ پانی)

یوں لگتا ہے جیسے آسمان کی کہکشاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس درجہ لطیف کہ سانچے میں ڈھلا ہوا چاندی کا ایک تھال
معلوم ہوتا ہے
جو ایک سبز چادر پر دھرا ہوا ہو
ڈالیاں اس کے گردا گرد یوں ھجوم کئے ہوئے ھیں
جیسے نیلگوں حلقۂ چشم کے گرد پلکیں ہوں
اور ہوا ٹہنیوں سے اٹکھیلیاں کر رھی ہے
جبکہ شام کا سونا پانی کی چاندی پر رواں ہے "

ابن خفاجہ ھی نے ایک اور موقع پر اندلس کی فضاؤں کو یوں خراج پیش کیا تھا :

یا اهــلَ اَنــدَلُسٍ لِلّٰهِ دَرُّکُم   مَاءٌ وظِــلٌ و اَنهَـارٌ و اَشْجَارُ
مَاجَنَّةُ الْخُلْــدِ اِلاَّ فِی دِیَارِکُم   وَلَوْ تُخُیِّرتُ هذا کنتُ اَخْتَارُ (۴۳)

"اے اھل اندلس تمھارے کیا کہنے ھیں پانی اور سایہ اور دریا
اور درخت
باغ خُلد اگر کہیں ہے تو تمھارے دیار میں ہے
مجھ سے اگر کہا جائے کہ دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار
کروں تو میں اِسی کو اختیار کروں "

اگر فردوس برروئے زمین است
ھمیں است وھمین است وھمین است

اگر طوالت کا خوف نہ ھوتا تو یہاں علی بن حصن کے وہ شعر بھی نقل کرنے کے لائق تھے جس میں اس نے شاخ پر بیٹھے ہوئے فاختہ کے بچے کے بال و پر کے ایک ایک ریشے کی زندگی سے بھر پور تصویر بنائی ہے یا ابن شھید کے وہ اشعار جن میں اس نے ابروباراں کی منظر کشی کی ہے یا ابن زیدون کا وہ قصیدۂ قاضیّہ جو اس نے مدینۃ الزھراء میں ولاّدہ کی یاد میں لکھا ۔ ابن زیدون اور ولاّدہ کا ذکر آ گیا ہے تو

اب ضروری ہے کہ ایک مختصر سی ملاقات ان دونوں سے ہو جائے کہ ان کے ذکر کے بغیر اندلسی شاعری کا تذکرہ نامکمل اور بے کیف ہے۔

ابو الولید احمد بن عبداللہ ، ابن زیدون (م ۴۶۳ ھ/ ۱۰۷۱ ء) بعض نقّادوں کی رائے میں اندلس کا سب سے بڑا شاعر تھا ۔ جس زمانے میں اس نے نشوونما پائی وہ اندلس میں سخت سیاسی خلفشار کا زمانہ تھا ۔ جو بالآخر ابن زیدون کے وطن قرطبہ میں ابو الحزم ، ابن جَھْوَر کی بالادستی پر منتج ہوئی ۔ حسن اتفاق سے ابن زیدون کا شمار ابن جھور کے حامیوں میں ہوتا تھا اور اُس کے بیٹے ابو الولید سے اس کے دوستانہ روابط تھے ۔ نتیجہ یہ کہ ابن زیدون — جو بیس برس کی عمر ھی سے اپنے ملکہ شعر گوئی کا لوھا منوا چکا تھا ۔ اب سیاسی اھمیت سے بھی بہرہ یاب ہوا ۔ ابن جھور نے اسے قلمدان وزارت سونپا اور سفارت کا کام بھی لیا ۔ معلوم یہ ہوتا تھا کہ وہ دنیوی کامرانیوں کے زینے بڑی تیزی سے طے کرے گا کہ عشق کے اندھے صیّاد نے اپنا تیر اس پر چلایا اور وہ ولاّدہ کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو گیا ۔

ولاّدہ ، اپنے دور کی قتّالۂ عالم ، ایک سابق خلیفہ المستکفی کی بیٹی تھی ۔ حسن و جمال کے علاوہ وہ ذھانت و فطانت اور شعر گوئی و ادب شناسی میں یکتا تھی ۔ پروفیسر حِتّی نے اسے ,,ھسپانیہ کی سیفو ،، قرار دیا ہے (۳۴) ۔ قرطبہ میں اس کا مکان شعراء و ادباء کا مرجع تھا ۔ المقّری کے بقول تمامتر ظاھری بے حجابانہ انداز کے باوصف ، اس کی عفّت مسلّم تھی (۳۵) ۔ تاھم اگر وہ بعض اشعار جو خود مقّری نے اس سے منسوب کئے ھیں واقعی اُس کے ھیں تو کم از کم گفتار کی حد تک اس کی بے حجابی فحش گوئی کو جا پہنچتی تھی (۳۶) ۔ بطرس البستانی کے تخیّل نے ولاّدہ کی تصویر خوب بنائی ہے :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

,,وكانت ولاّدة اديبة مثقّفة تميل الى الادباء وتعاشرهم وماجنة لعوبا تعبث بالقلوب و تحطمها ، تمنح مودّتها لمن تشاء و تستردّها متى تشاء ، فلم تكن فی ودّها كاذبة ، ولا فی رجوعها عنه غادرة وانما هو طبعها المرح الهازئ يستلذّ خفقان القلوب فتتبدّل واحدا بعد آخر كما تتقّل الفراشة من زهرة الى زهرة ،، ـ (۳۷)

,,ولاّدہ ایک شائستہ ادیبہ تھی ـ ادیبوں سے دل چسپی اور ان سے میل جول رکھنے کا اس میں رجحان تھا ـ بے باکانہ دل لگی اور ھنسنا کھیلنا اس کی طبیعت کا حصہ تھا ـ وہ دلوں سے کھلونوں کی طرح کھیلتی تھی اور انھیں توڑ ڈالتی تھی ـ جسے چاھتی اپنی محبت سے شاد کام کرتی اور جب چاھتی یہ عنایات واپس لے لیتی ـ نہ وہ اپنی محبت میں جھوٹی تھی اور نہ اس سے پھر جانے میں بے وفائی کو دخل تھا ـ بس اس کی چونچال ، ھنسوڑ سرشت کا تقاضا ھی یہ تھا کہ دلوں کو تڑپانے میں اُسے مزا آتا تھا چنانچہ وہ یکے بعد دیگرے نئے سے نئے دل پر کمند ڈالتی رھتی تھی جیسے کوئی تتلی ایک پھول سے اڑ کر دوسرے پر جا بیٹھتی ہے ،، ـ

ولاّدہ ابن زیدون پر بھی مہربان ھوئی چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اُس نے ابن زیدون کے نام ایک موقع پر یہ پیغام بھیجا :

ترقّبْ اذا جنَّ الظلامُ زيارتى
فانّى رأيتُ الليلَ اكتمَ للسّرِّ
وبى منك ما لوكان بالبدرِ ما بدا
وباالليلِ، ما ادجىٰ وبالنَّجمِ لم يَسْرِ (۳۸)

,,جب اندھیرا خوب چھا جائے تو میری ملاقات کا منتظر رھنا کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ رات کا وقت راز داری کے لئے زیادہ موزوں ہے تیرے سبب سے میری جو کیفیت ہے اگر مہ کامل کی

ہوتی تو وہ جلوہ گر نہ ہو سکتا اور اگر رات کی یہ کیفیت
ہوتی تو تاریک ہونا اس کے لئے ممکن نہ رہتا اور اگر ستارے
کی ہوتی تو سفر شب اس کے لئے دشوار ہو جاتا۔

ادھر وزیر ابو عامر ابن عبدوس بھی ولّادہ کے دلدادگان میں تھا ۔ اور ولّادہ کی عنایات سے سراسر محروم بھی نہ تھا ۔ ابن زیدون کا دل رقابت کی آگ میں جلتا تھا مگر مجبور تھا ۔ وزیر ابن عبدوس کے لقب ,,الفار" (چوھا) سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس نے اپنے دل کو یوں سمجھایا :

عیّر تُمونا بِاَنْ قد صــار یخلفنــا
فی من نُحِبّ ، ومــا فی ذاک من عارِ
اَکْلٌ شَہِیٌ، اصبْنَا مــن اَطَایِبِہِ
بعضاً ، وبعضاً صفَحْـــنا عنــہُ للفـــارِ (۴۹)

,,تم نے ہمیں یہ طعنہ دیا ہے کہ یہ شخص ہمارے بعد ہمارے
محبوب کے پاس ہوتا ہے۔ اس میں عار کی کیا بات ہے
ایک لذیذ غذا تھی جس کے بعض صاف ستھرے حصے ہمارے
تصرّف میں آئے اور بعض حصے ہم نے خود ھی ,,چوھے" کے لئے
چھوڑ دئے " ۔

اسی رقیبانہ چپقلش میں ابن زیدون نے ولّادہ کی زبانی ابنَ عبدوس کے نام وہ مشہور مکتوب لکھا جو ,,رسالۃ ابن زیدون " کے نام سے اندلس کے نثری ادب میں یادگار ٹھہرا اور بعد کے زمانوں میں کئی ادیبوں نے اس کی شرح لکھی ۔ یہ مکتوب ، نادر ادبی تلمیحات کا ایک مرقّع تھا جن کے حوالے سے ابن عبدوس پر سخت کیچڑ اچھالی گئی تھی ۔اس کشمکش کے نتیجے میں ابن عبدوس نے ابن زیدون کے بعض اور مخالفین سے ساز باز کر کے ابو الحزم ابن جَہْور کو اس سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بدگمان کر دیا ۔ چنانچہ اس نے ابن زیدون کو جیل میں ڈلوا دیا ۔ ابن زیدون نے امیر ابن جھور کے نام بہت سے قصیدے مدح و شکایت کے لہجے میں لکھے ۔ اُس کے بیٹے ابو الولید کو درمیان ڈالنا چاھا مگر کچھ فائدہ نہ ھوا اور کئی برس اُس قیدوبند کی صعوبت جھیلنا پڑی زنـدان کے انھی تلخ ایام میں وہ شاعری بھی تخلیق ھوئی جو ولاّدہ کی شیریں یادوں سے عبارت تھی ۔

اس کے بعد کے واقعات میں اختلاف ہے ۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ابو الولید نے بالآخر ابن زیدون سے حق دوستی نبھایا اور باپ سے سفارش کر کے اسے زنداں سے نکلوایا ۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ خود قید خانے سے فرار ھو گیا ۔ ھاں اس بات کا امکان ھو سکتا ہے کہ اس فرار میں ابو الولید نے اسے مدد دی ھو ۔ کچھ عرصہ وہ قرطبہ ھی میں روپوش رھا اور ولاّدہ کی یاد میں پر سوز شاعری کرتا رھا ۔ اسی اثناء میں ابو الحزم ابن جھور کا انتقال ھو گیا اور ابو الولید نے خود مسند امارت سنبھال لی ۔ اب پھر ابن زیدون کے دن پھرے اور پرانی حیثیت بحال ھوئی ۔ اس سے سفارت کا کام لیا گیا اور جھاں جھاں وہ گیا اس نے بہت اچھا تاثّر چھوڑا ۔ اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ھوا کہ درمیان میں کچھ عرصے کے لئے ابو الولید بھی اس سے بدظن و سرگراں ھو گیا لیکن جلد ھی یہ گرہ جاتی رھی ۔ تاھم گمان گزرتا ہے کہ شاید خود ابن زیدون کے آئینہ دل پر کچھ غبار رہ گیا ۔ چنانچہ رفتہ رفتہ اس نے اپنے سفارتی اثر و رسوخ سے فائدہ اٹھا کر اشبیلیہ کے حکمران ۔ معتمد کے والد ـــ عبّاد بن محمد المعتضد باللہ سے تعلقات استوار کر لئے اور قرطبہ کو چھوڑ کر ـــ جو ولاّدہ کے بعد اس کے لئے دوسری عزیز ترین چیز تھی ۔ المعتضد ھی کے دربار میں منتقل ھو گیا ۔ عین ممکن ہے کہ اس میں ولاّدہ کے ھر جائی پن اور اس کی

سرد مہری کو بھی دخل ہو کیونکہ کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اُس عشق کا منطقی انجام کیا ہوا ۔

اشبیلیہ میں ابن زیدون نے اچھے دن دیکھے ۔ وہ معتضد کی مدح میں قصائد کہتا رہا ۔ معتضد نے اس سے دوستانہ سلوک رکھا اور اسے بیک وقت وزارت عظمی وسالاری افواج کے مناصب سونپ کر ,,ذوالوزارتین " ,,دو وزارتوں والا " — (یعنی وزارت سیف وقلم) کا خطاب دیا ۔ معتضد کے بعد معتمد نے بھی اس کے ساتھ یہی حسن سلوک برقرار رکھا اور اس کے فن کی بڑی قدردانی کی ۔ دونوں باہم جو ادبی حظ اٹھاتے تھے اس کا ایک نمونہ وہ منظوم پہیلیاں ہیں جو وہ ایک دوسرے کو بھیجتے تھے اور پھر ان کا حل بھی نظم میں پیش کیا جاتا تھا ۔ یہ پہیلیاں دیوان معتمد کے حصہ ,,المعمّیات " میں دیکھی جا سکتی ہیں (۵۰)۔

ابن زیدون کو قرطبہ سے جو عشق تھا شاید اسی کے سبب وہ رفتہ رفتہ معتمد پر اثر انداز ہوا اور اسے عملاً قرطبہ پر لشکر کشی کر کے اسے بنو جھور سے چھین لینے پر آمادہ کر لیا ۔ اب معتمد کا دربار عارضی طور پر قرطبہ منتقل ہو گیا اور ابن زیدون اپنی فردوس گم گشتہ میں واپس پہنچ گیا ۔ شاید یہ اس کی زندگی کا آسودہ ترین زمانہ تھا جس میں گرتی ہوئی صحت اور ولّادہ کی یاس انگیز یادوں کے سوا غالباً اور کوئی چیز خلل انداز نہ تھی ۔ لیکن سات آسمان رات دن گردش میں ہیں اور ابن آدم کو خبر نہیں ہوتی کہ یہ گردش کہاں اس کے لئے کیا جال بُن رہی ہے ۔ معتمد کے قرب ، سیاسی وجاہت، ادبی حیثیت اوز قرطبہ کو واپسی یہ سب ایسی نعمتیں نہ تھیں کہ بعض دلوں میں حسد کا کانٹا بن کر نہ چبھتیں ۔ معتمد کا دوسرا شاعر دوست اور سیاسی معتمد ، ابوبکر بن عمّار اور ابن مرتین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

درپردہ اس حسد میں پیش پیش تھے۔ شومیٔ قسمت سے اشبیلیہ میں انھی دنوں مسلمانوں اور یہودیوں میں فساد ہو گیا ۔ معتمد نے اس فتنے کو دبانے کے لئے اپنے بیٹے الحاجب سراج الدولہ کو ایک لشکر کی کمان دے کر قرطبہ سے اشبیلیہ روانہ کیا اور اس کے ہمراہ کچھ علماء اور بعض سر برآوردہ لوگوں کا ایک وفد بھی بھیجا ۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ابن عمّار اور ابن مرتین نے معتمد کو مشورہ دیا کہ ابن زیدون کو اشبیلیہ میں خاصا اثر و رسوخ حاصل ہے لہذا اسے بھی اس وفد میں شامل کرنا مناسب ہو گا ۔ معتمد کے حکم پر چار و ناچار اسے یہ سفر اختیار کرنا پڑا جو اس کی گرتی ہوئی صحت کے سبب اس کی زندگی کا آخری سفر ثابت ہوا ۔ وطن کی خاک میں شاید کچھ ایسی کشش نہ تھی ۔ چنانچہ وہ اشبیلیہ ہی میں مدفون ہوا ۔ قرطبہ سے دور جس کا وہ عاشق زار تھا اور جس کی یاد میں اس نے ایام اسیری کے دوران اپنی مشہور طویل مخمّس کہی تھی :

اقرطبةُ الغرّاءُ هــل فيكِ مَطْمَعُ
وهَلْ كَبِدٌ حَرّى لبَيْنِكِ تَنْقَعُ
وهل لِلَيَا لِيكِ الحمــيدةِ مَرجعُ
اِذِ الحُسنُ مَرْأىً فيكِ و اللّهْوُ مَسْمَــعُ
و اِذ كَنَفُ الدنيا لديكِ مُوطَّــأُ
نهارُكِ وضّاحٌ وليلُكِ ضِحْيَانُ
وتُربُكِ مصبوحٌ وغُصنُكِ نَشْــوَانُ
وارُضكِ تُكْسى حينَ جَوُّكِ عُــريانُ
ورَيّاكِ رَوْحٌ للنفوسِ وريَحــانُ
وحسبُ الاَمَانِي ظِلُّكِ المُتَفيَّــأُ (۵۱)

,,اے حسین و درخشاں قرطبہ کیا تیری آرزو کرنے کی گنجائش

ہنوز باقی ہے
اور کیا اس جگر کی پیاس بجھنے کا کوئی امکان ہے جو تیری
جدائی کے سبب تشنہ ہے
اور کیا تیری مرغوب و پسندیدہ راتیں پلٹ کر آ سکتی ہیں۔
کہ جب تجھ میں حسن جنت نگاہ تھا اور ہنسی دل لگی کی
باتیں فردوس گوش اور جب دنیا تیری فضاؤں میں ہموار و
سازگار تھی۔
جب تیرے دن چمکیلے تھے اور راتیں بے ابر
اور تیری خاک صبوحی پئے ہوئے تھی اور تیری شاخ سرمست
اور تیری زمین لباس (سبزہ) میں مستور تھی جبکہ تیری فضا
بے لباس تھی اور تیری مہکار دلوں کے لئے راحت ورزق کی
حیثیت رکھتی تھی
اور تیرے سائے کی پناہ ، آرزوؤں کا منتہائے مقصود تھی "

ابن زیدون کی شاعری میں مدح ،مرثیہ ، عشقیہ کلام اور گلۂ دوستانہ کی اصناف زیادہ نمایاں ہیں ۔ شعرائے اندلس میں ، ممکن ہے ، مخمّس گوئی میں اولیت اسے حاصل ہو لیکن مشرق میں اس صنف کے بعض نمونے پہلے سے موجود بتائے جاتے ہیں مثلاً بشّار بن بُرد کے مخمسّات جو اس نے محض دل لگی کے طور پر کہے۔ (۵۲) لہذا ابن زیدون کو مخمّس کا موجد قرار دینا مشکل ہے۔ اس کی شاعری کا بہترین حصہ وہ تصور کیا گیا ہے جو اس نے ایام اسیری میں یا قرطبہ کے فراق میں یا ولاّدہ کی یاد میں تخلیق کیا ۔ زنداں سے فرار کے بعد اس نے ولاّدہ کے نام ایک نونیہ قصیدہ لکھ کر بھجوایا تھا ۔ "Garcia Gomez" کی رائے میں "یہ اندلسی مسلمانوں کی لکھی ہوئی سب سے خوبصورت عشقیہ نظم ہے (۵۳) . . . ۔" اسی کے چند منتخب اشعار پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

هم ابن زیدون کا تذکرہ ختم کرتے ہیں (اشعار کی ترتیب میں ہم نے کچھ تقدیم و تاخیر سے کام لیا ہے) :

خالَتْ لفقدِ کُمْ ایّامُنافغدَتْ
سُوداً وکانت بِکُم بِیضاً لیا لِیْنا
اذ جانبُ العیشِ طَلْقٌ مِنْ تالّفِنا
وموردُ اللَّهْوِ صافٍ من تَصَافِیْنا
واذهصَرْنَا غصونَ الاُنس دانیَۃً
قطوفُها، فجَنَیْنَا منه ما شِیْنا
انّ الزمانَ الذی ما زالَ یُضحِکُنَا
اُنساً بِقُربِکُمْ قَد عَادَ یُبْکِیْنا
غِیْظَ العِدیٰ من تَساقِیْنا الهویٰ فدَعَوا
بِاَنْ نَغُصَّ فقالَ الدّهرُ آمِیْنا
کاَنّنَا لم نَبِتْ والَوصْلُ ثالِثُنا
والسَّعْدُ قد غضَّ مِن اَجفانِ وَاشِیْنا
سِرّانِ فی خاطِرِ الظَّلْمَاءِ یَکْتُمُنا
حتّٰی یکادَ لسانُ الصّبحِ یُفشِیْنا
لاتحسَبُوا نأیَکُمْ عنّا یُغیّرُنا
انْ طالَمَا غیّرَ النّأیُ المُحِبِّیْنَا
واللهِ ماطَلَبَتْ اهوؤُنا بدلاً
منکُم ولا انصَرَفتْ عنکُم اَمَانِیْنا (۵۳)

..تم کیا بچھڑے ہمارے دن ہی پلٹا کھا گئے اور سیاہ فام ہو گئے حالانکہ تمہارے ہونے سے ہماری راتیں بھی درخشاں ہوا کرتی تھیں وہ زمانہ کہ جب ہماری یکجائی کے سبب پہلوئے زیست خوشگوار تھا اور ہمارے دلوں کی صفائے باہمی کے باعث

چشمۂ لطف و طرب صاف شفاف تھا
جب ہم نے انس و محبت کی ڈالیوں کو ، جن کے پھل ہماری دسترس میں تھے ، اپنی طرف جھکایا اور اپنی امنگوں کے مطابق جی بھر کر خوشہ چینی کی وہی زمانہ جو اب تک ہمیں تمھارے قرب مانوس میں ہنسایا کرتا تھا
اب ہمیں رُلانے لگا ہے
ہمیں باہم جام محبت پیتے پلاتے دیکھ کر دشمنوں کے دل میں آتش غیظ بھڑک اٹھی انھوں نے بددعا دی کہ (اس جام سے) ہمیں پھندا لگ جائے ؛ تو زمانے نے اس پر آمین کہا
یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم دونوں نے وہ راتیں کبھی نہیں گزاریں جن میں اگر کوئی تیسرا تھا تو وہ خود ,,وصال ،، تھا
اور بخت سازگار نے ہمارے بدخواہ کی نگاہیں نیچی کر رکھی تھیں ہم دونوں شب تاریک کے ضمیر میں دو رازوں کی طرح ہوتے تھے جنھیں وہ پوشیدہ رکھتی تھی
تاآنکہ صبح کی زبان اُن کے افشا پر آمادہ ہو جاتی تھی
یہ گمان دل میں نہ لانا کہ تمھاری جدائی سے ہماری محبت میں کچھ فرق آ سکے گا
گو بسا اوقات جدائی سے عاشقوں کی محبتیں متاثر ہو جاتی ہیں
بخدا ، ہماری محبتوں نے تمھارا کوئی بدل تلاش نہیں کیا اور نہ ہماری آرزوؤں کا رخ تمھاری طرف سے پھرا ہے ،،

اندلس کا ایک اور قابل ذکر شاعر محمد ، ابن ہانی (م ۳٦۲ ھ/۹٦۳ ع) ہے جسے ,,متنبیؐ الغرب ،، ,,مغرب کا متنبّی ،، کہا جاتا ہے ۔ اس کی پیدائش عبدالرحمان الثالث کے دور میں اشبیلیہ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئی ۔ تعلیم قرطبہ میں پائی عربی شاعری کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اس کے حافظے میں محفوظ تھا ۔ عقیدۃً غالی شیعہ تھا اور عملاً لذّت پرست ۔ عقلاً اس کا میلان فلسفیانہ افکار کی طرف تھا ۔ انہی اسباب سے اشبیلیہ میں فضا اس کے خلاف ہو گئی ۔ امیر اشبیلیہ چونکہ اس پر مہربان تھا لہٰذا وہ بھی مطعون ہوا ۔ چنانچہ اسی کے مشورے پر ابن ہانی سمندر عبور کر کے مراکش آ گیا ۔ یہاں اس کا ربط ضبط فاطمیوں کے جرنیل جوہر سے ہو گیا اور رفتہ رفتہ وہ فاطمی خلیفہ المعز بن المنصور کی نظر میں آگیا اور اس کی مدح کہتا اور انعام پاتا رہا ۔ فتح مصر کے بعد جب فاطمیوں نے اپنا پایۂ تخت مصر منتقل کیا تو ابن ہانی ، کچھ دور مصاحبت کے بعد ، اس ارادے سے واپس آیا کہ اہل و عیال کو ہمراہ لے کر پھر خلیفہ کے دربار سے مستقلاً منسلک ہو جائے ۔ چنانچہ تیار ہو کر چلا مگر ,,برقہ،، کے مقام پر پہنچا تھا کہ پر اسرار حالات میں اس کی موت واقع ہو گئی جس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں ۔ ابن ہانی کی عمر اس وقت بعض روایات کے مطابق چھتیس اور بعض کے مطابق بیالیس سال تھی ۔ کہتے ہیں کہ خلیفہ المعز نے اس کی موت کی خبر سن کر بہت تاسّف کیا اور کہا ,,اس شخص سے ہمیں یہ امیدیں تھیں کہ اسے فخریہ شعرائے مشرق کے مقابلے میں لا سکیں گے مگر قسمت نے ہمارا ساتھ نہ دیا ۔ (۵۵)

ابن ہانی کے کلام میں معنی سے بڑھ کر لفظ پر توجّہ ہے ۔ گھن گرج بہت ہے مگر مفاہیم بہت کم ہیں مثلاً

هذا الاَغَرُّ الاَزهرُ المُتَالِّقُ الـمُتدفِقُ المتبلِجُ الـوَضّاءُ
لِلنّاسِ اِجماعُ علی تفضِیْلِهِ حتّی استَوی اللُؤمَاءُ و الکُرَمَاءُ
واللُّکنُ والفُصَحَاءُ والبُعَداءُ والقُرَبَاءُ والخُصَمَاءُ والشّهُدَاءُ (۵۶)

"..یہ درخشندہ جبیں ، روشن چہرے والا ، چمکتا ہوا ، رواں دواں ، دمکتا ہوا ، حسین ونظیف ، سبھی لوگ اس کی فضیلت پر متفق ہیں ، تاآنکہ اس (اتفاق) میں یکساں طور پر شریک ہیں لئیم اور کریم اور ژولیدہ بیاں اور فصیح اور غیر اور اپنے اور مخالف اور موافق .."

غالباً اسی جزالت لفظی کی بنا پر اسے متنبّی کا مثیل سمجھ لیا گیا ورنہ اس کے ہاں متنبی کی سی اختراعی صلاحیت نہیں پائی جاتی ۔ فطرت کی منظر نگاری اور حب الوطن جو اندلسی شعراء کا عمومی امتیاز ہیں،ابن ہانی کے ہاں نہ ہونے کے برابر ہیں ۔ اس کی توجہ ان موضوعات سے زیادہ سیاست یا شراب پر رہی۔وصفیہ (Descriptive) شاعری میں اس نے جنگوں ، لشکروں ، ھتھیاروں وغیرہ کا بیان اپنے مخصوص اسلوب میں کیا ہے۔ مگر یہ کچھ نبھ نہیں سکا ۔ البتہ المُعِز کے بحری بیڑے کی تصویر کشی میں وہ کامیاب نظر آتا ہے۔ ابن ہانی نے اپنے غُلوّ عقیدہ کا اظہار خلیفہ المعز کے مدحیہ قصیدوں میں اس شدت سے کیا کہ بعض اوقات کفر و زندقت کی حدود کو جاچھوا (۵۸)

دقائق علمی ، مسائلِ فقھی اور لطائف شعری ایک سینے میں مشکل سے جمع ہوتے ہیں ۔ علماء اگر اپنی قادر الکلامی کی بنیاد پر شعر کہتے بھی ہیں تو وہ عموماً بوجھل قسم کی شاعری ہوتی ہے۔ لیکن قرطبہ کی خاک نے علی بن احمد ، ابن حزم (م ۴۵٦ ھ/ ۱۰٦۴ ع) کو جنم دے کر ابو نواس کے اس قول پر مہر تصدیق ثبت کر دی :

لَیسَ مِنَ اللهِ بِمُستَنکَرٍ   اَن یَجمَعَ العَالَمَ فی واحِدِ

فلپ ۔ کے ۔ حتّی نے ابن حزم کو اندلس کی اسلامی تہذیب کا سب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے بڑا عالم اور سب سے اچھوتا مفکّر نیز مجموعی اعتبار سے دنیائے اسلام کے دو یا تین زرخیز ترین اذہان اور نہایت بھر پور مصنفین میں سے ایک قرار دیا ہے (۵۸)۔ اُس کا باپ ، منصور الحاجب اور اس کے بیٹے کا وزیر تھا چنانچہ ابن حزم کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بہتر سے بہتر مواقع ملے اور اس نے خود بھی عبدالرحمن المستظهر اور هشام المعتمد کا قلمدان وزارت سنبھالا ۔ سیاست کی راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے ابن حزم پر بھی گزری اور جاہ و منصب کی حلاوت کے ساتھ ساتھ اسے جلاوطنی اور قید و بند کی تلخیاں بھی برداشت کرنا پڑیں ۔ خلافت امویہ کے انحلال کے بعد اس نے خود کو صرف علمی و ادبی مشاغل کے لئے وقف کر دیا جو ہمیشہ سے اُس کی روح کا اصل تقاضا تھے ۔

ابن بشکوال نے قاضی ابو القاسم صاعد بن احمد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابن حزم تمام اهل اندلس میں اسلامی علوم کا سب سے بڑا امین تھا اور زباندانی ، بلاغت ، شاعری ، سوانح اور تاریخی واقعات سے بہرۂ وافر پانے کے ساتھ ساتھ وہ عام وسعت علمی میں بھی سب سے بڑھ کر تھا (۵۹)۔ اس کے بیٹے ابو رافع الفضل کا کہنا ہے کہ اس کے پاس اس کے والد کے قلم سے لکھی ہوئی چار سو جلدوں کے قریب تالیفات تھیں جو تقریباً اَسّی ہزار اوراق پر مشتمل تھیں (۶۰) ۔ ان کتابوں کے موضوعات کا تنوّع دیکھ کر ان کے مؤلف کی بےپناہ صلاحیتوں اور بوقلموں صفات کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ فقه ، حدیث، تاریخ ، انساب ، تقابل ادیان ، منطق ، کیا ہے جو یہاں موجود نہیں ۔ فقه میں کچھ عرصه شافعی مسلک کی پیروی کے بعد وہ ظاہری مسلک کا پر جوش مبلّغ بن گیا اور اسی نسبت سے ابن حزم الظاهری کے نام سے پہچانا گیا ۔ اپنی برّاقیء طبع کے زور میں اس نے

فقہائے سلف پر اس قدر کڑی نکتہ چینی کی کہ اس کی زبان کو حجّاج بن یوسف کی تلوار کا ہمزاد قرار دیا گیا ۔ نتیجہ یہ کہ فقہائے وقت اس کے خلاف یک زبان ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کی گمرھی پر اتفاق کیا (٦١) ۔ اس کی کتابیں نذر آتش کر دی گئیں جس پر اس کا تبصرہ یہ تھا :

وإنْ تحرِقُوا القِرطاسَ لاتحرِقُو الّذی
تَضَمنَهُ القِرطاسُ بل هَو فی صدْرِی
یَسِیْرُ مَعِی حیثُ استقلّتْ رکائِبِی
وینزِلُ اِنْ اَنْزِلْ ویُدْفَنُ فِی قَبْرِی (٦٢)

,,کاغذ کو اگر تم جلا بھی دو تو کیا ہے
جو کچھ کاغذ میں درج ہے اس کو تم نہیں جلا سکتے ، بلکہ وہ میرے سینے میں محفوظ ہے
جہاں جہاں میری سواری جاتی ہے یہ (علم) میرے ساتھ چلتا ہے اور جب میں پڑاؤ ڈالتا ہوں تو یہ بھی پڑاؤ ڈالتا ہے اور یہ میرے ساتھ ھی قبر میں دفن ہو گا ،،

بہرحال اس کے خلاف ردّ عمل کے دباؤ میں آ کر امرائے عصر بھی اس کی حمایت سے دستکش ہو گئے ۔ بالآخر وہ ,, مَنْت لِیْشَم ،، نامی (٦٣) ایک دیہہ میں ، جو اس کی ذاتی جاگیر تھا، فروکش ہو گیا اور وھیں وفات پائی ۔

لیکن علمی جاہ و جلال اور فقہی مناظرہ و جدال کی اس سنگین زرہ کے نیچے ابن حزم کے سینے میں کس قدر درد مند اور نرم و گداز دل دھڑک رہا تھا ۔ اس کا اندازہ ھمیں اس کی کتاب ,,طوقُ الحمامہ ،، (فاختہ کی کنٹھی) سے ھوتا ہے جس کا انگریزی ، روسی، فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں ترجمہ اس کی اھمیت و مقبولیت پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روشنی ڈالتا ہے۔ ابن حزم کے شعر میں وہ فطری سلیقہ ، گھلاوٹ ، شدت احساس اور روانی ہے کہ یقین نہیں آتا کہ یہ اُسی ٹھیٹھ فقیہ کے اشعار ھیں جو ,,المحلّٰی ،، میں بولتا نظر آتا ہے۔ شاعری سے اسے کیسی طبعی مناسبت تھی اس کا اندازہ ابو عبداللہ الحُمیدی کے اس قول سے ھوتا ہے کہ :

,,مارأیتُ من یقولُ الشعرَ علی البدیھۃِ أُسرعَ منه ،،

,,میں نے فی البدیہہ شعر گوئی میں ابن حزم سے تیز کسی کو نہیں دیکھا ،، (۶۳)۔

اپنے دور کے عام شعری اسلوب کے برخلاف ابن حزم مجاز ، تشبیہ اور بلاغت کے دیگر ڈھلے ڈھلائے ، محسّناتِ لفظی و معنوی پر ضرورت سے زیادہ زور نہیں دیتا ۔ نہ فکری مبالغے سے کام لیتا ہے اور نہ لفظی گھن گرج کو اپنا مقصود بناتا ہے۔ اس کے ھاں جذبے کا سیدھا سادا فطری اظہار ملتا ہے جس کے پس منظر میں ایک عمیق احساس بولتا نظر آتا ہے۔

اس کی کتاب ,,طوق الحمامۃ ،، کا پورا نام ,,طوق الحمامہ فی الاُلفۃ والاُلاّف ،، ہے۔ کتاب کے حرف آغاز سے پتہ چلتا ہے کہ ابن حزم کے ایک پرانے دوست نے المَرِیّۃ سے اُس کے نام شاطبہ کے دورِ سکونت میں ایک خط لکھا جس میں اُس سے فرمائش کی گئی تھی کہ محبّت، اس کے مفاھیم اور اسباب و احوال پر ایک رسالہ ترتیب دے ۔

ابن حزم نے ـــــ جس پر تدیّن بے حـــد غالب تھا ـــــ اگرچہ آغاز میں یہ کہا ہے کہ مدتِ عمر مختصر ہے جسے سوائے فکر آخرت کے کسی شے میں صرف کرنا مناسب نہیں ، تاھم اُس دوست کی خاطر اُسے بہت عزیز تھی چنانچہ بعض اقوال و روایات کا سہارا لے کر جن میں ,,لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے ،، کا مضمون

بیان ہوا ہے اُس نے اس فرمائش کو ,,طوق الحمامہ " کی صورت میں پورا کیا ہے۔ اس کتاب کو مجموعی اعتبار سے نفسیات عشق کا ایک دقیق تجزیہ کہا جا سکتا ہے جو ابن حزم نے ذاتی تجربات و مشاہدات کی اساس پر پیش کیا ہے۔ مختلف ابواب میں عشق و محبت کے مختلف مدارج و احوال و اقسام پر روشنی ڈالتے ہوئے بہت سے واقعات نقل کئے گئے ہیں جن کے لبِّ لباب کو ابن حزم نے جابجا اپنے اشعار سے واضح کیا ہے اور اس طرح اس کے کلام کا ایک اچھا خاصا مجموعہ محفوظ ہو گیا ہے۔ ,,طوق الحمامہ " ہر چند کہ تمام تر آپ بیتی نہیں تاہم ابن حزم کی اخلاقی جرأت کی داد دینا پڑتی ہے کہ اس نے گاھے گاھے آپ بیتی بیان کرنے میں بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی اگرچہ دوسروں کے نام ظاہر کرنے میں احتیاط سے کام لیا ہے۔ کتاب کی نظم و نثر دونوں اس کے ملکۂ ادبی اور ذوق شعری کا ثبوت ہیں۔ حتّی نے بجا طور پر کہا ہے کہ ابن حزم نے اس کتاب میں عشق پاکباز (Platonic Love) کی برتری پر زور دیا ہے (۶۵)۔ چنانچہ آخری دو ابواب ,,قُبح المعصیة " اور ,,فضل التعفّف " میں عفّت و پاک دامنی کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے اور ھوسناکی کی بدانجامی پر ایک فقیہ و عالم دین کے انداز میں وعید شدید سنائی گئی ہے۔ آخر کتاب میں ابن حزم کا لہجہ معذرت خواہانہ ہو گیا ہے کیونکہ اسے یہ احساس ہے کہ بعض کٹّر لوگ اس کتاب کی تالیف پر اعتراض کریں گے۔

ایک مقام پر یہ بحث کرتے ہوئے کہ آیا ,,وصل میں مرگِ آرزو " کا تصوّر درست ہے وہ اس سے اختلاف کرتا ہے اور ذاتی تجربے کے حوالے سے بتاتا ہے کہ وصل سے تو آتش شوق اور تیز ہوتی ہے اور محب کا دل محبوب سے کبھی نہیں بھرتا۔ اس ضمن میں اس نے اپنے یہ شعر نقل کئے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَدِدتُ بانّ القلبَ شُقّ بِمُدْيَةٍ
وأُدْخِلْتِ فيهِ ثُمّ اُطْبِقَ فی صَدْرِی
فاَصْبَحْتِ فيهِ لا تَحُلِّينَ غَيْرَهُ
اِلی مُقْتَضیٰ يوم ِ القيَامةِ وِالْحَشْرِ
تَعِيْشِيْنَ فيهِ ماحَيِيْتُ فَاِنْ اَمُتْ
سَكَنْتِ شغَافَ القَلْبِ فی ظُلَم ِ القَبْرِ (٦٦)

,,میری خواهش ہے کہ میرا دل کسی دشنے سے چیرا جائے اور —
(اے محبوبہ) تجھے اس کے اندر رکھ دیا جائے اور پھر اُسے
(دوبارہ) میرے سینے میں بند کر دیا جائے ۔
سو تو وهیں کی ہو رہے اور قیامت و حشر تک ، کسی اور دل
میں نہ اتر سکے
جب تک میں زندہ رهوں تو اسی میں زندہ رہے
اور اگر میں مر جاؤں تو تُو قبر کی تاریکیوں میں بھی میرے نہاں
خانۂ دل میں هی مقیم رہے ،، ۔

ایک اور مقام پر یہ بحث اٹھاتا ہے کہ شعراء نے ,,تصوّرِ محبوب ،،
کو اس قدر اهمیت کیوں دی ہے ۔ اس سلسلے میں مختلف آراء نقل
کرنے کے بعد اپنے یہ شعر لاتا ہے جن میں محبوب کے خواب و خیال کو
حقیقی وصل پر ترجیح دینے کی وجہ بیان کرتا ہے :

اَغا رُ عليکِ مِن ِ اِدْراکِ طَرْفِی
واُشْفِقُ اَن يُذِيْبَکِ لَمْسُ کَفِّی
فاَمْتَنِعُ اللِّقَاءَ حِذَارَ هذا
واَعْتَمِدُ التّلاقِیَ حينَ اُغْفِی
فرُوحِی اِنْ اَنَمْ ، بِکِ ذُو انفِرادٍ
مِنَ الاَعْضَاءِ مُسْتَتِرٌ و مَخْفِی

وَوصْلُ الرّوحِ الطفُ فِیکِ وقعاً

من الَهمّ المُواصِلِ اَلَفَ ضِعْفِ (٦٧)

,,میں تو تیرے بارے میں یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ خود میری نگاہ تجھ پر پڑے

اور ڈرتا ہوں کہ تو میرے ہاتھ کے لمس سے پگھل نہ جائے

اسی خوف سے میں ملاقات سے باز رہتا ہوں

اور اس ملاقات پر انحصار کرتا ہوں جو نیم خوابی کی کیفیت میں ہوتی ہے کیونکہ ، اگر میں سو جاؤں ، تو میری روح کو تیرے ساتھ کامل خلوت میسر آتی ہے

اعضائے جسمانی سے مستور و مخفی ہو کر

اور روح کا وصال تجھ سے وہ حظ اٹھاتا ہے

جو جسم کے وصال سے ہزار گنا زیادہ لطیف ہے ،،

ابن حزم اپنے مسلک فقہ میں ,,ظاہری ،، ہو تو ہو کم از کم شعر و محبت کی دنیا میں تو وہ باطن کے بھی بطون میں نفوذ کرنا چاہتا ہے۔

ظاہر اور باطن کا ایک اور امتزاج غریب ، ابن العربی (٦٨) کی شخصیت میں نظر آتا ہے۔ ابن مسدّی کے بقول :

,,کانَ ظاهریّ المذهب فی العباداتِ ، باطنیّ النَظَر فی الاعتقادات ،، (٦٩)

وہ عبادات میں ظاہری مسلک کے قائل تھے اور اعتقادات میں باطن پر نظر رکھنے والے تھے ،،

ان کی شخصیت بھی عالم اسلام میں بہت اختلافی رہی ہے چنانچہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مندرجات کے مطابق :

,,بعض لوگوں کی رائے میں وہ ولی کامل تھے ، قطب زمان تھے اور علم باطنی میں ایسی سند تھے جس میں کلام ھی نہیں ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سکتا ۔ دوسری طرف ایک ایسا گروہ تھا جس کے نزدیک وہ بدترین قسم کے ملحد تھے ،، (۷۰)

محیی الدین محمد بن علی بن محمد ، ابن العربی (م ٦٣٨ ھ/ ۱۲۴۰ ء) جو دنیائے تصوف میں ،،شیخ اکبر ،، کے نام سے معروف هیں ، اندلس کے شہر مُرسیه میں پیدا ہوئے ۔ نسباً ان کا سلسله حاتم طائی سے ملتا ہے جیسا که ان کی نسبتوں ،،الحاتمی الطائی ،، سے ظاہر ہے ۔ ان کے متداول دیوان میں بھی کہیں کہیں اس نسبت کا حواله ملتا ہے مثلاً :

لاَنِّی حَاتِمِی الْاَصلِ ذُوْکَرَمٍ
مِنْ طَئِّیٍ عَـرَبِیٌ عَنْ اَبٍ فَاَبٍ (۷۱)

،،کیونکه میں حاتمی الاصل ہوں ، صاحب کرم ہوں ، قبیله طے سے تعلق ہے اور پشتینی عربی ہوں ،،

آٹھ برس کی عمر میں اشبیلیه آ گئے اور تیس برس تک وہاں کے مشاہیر علمـــاء سے تحصیل علم کرتے رہے ۔ ایک نادر روایت کے مطابق ، جو ابن الشعّار کی غیر مطبوعه تصنیف ،،عقود الجمان،، کے مخطوطے میں ملتی ہے ، (۷۲) ان کا خاندان امـــرائے بلاد کی فوجی ملازمت میں چلا آتا تھا اور وہ خود بھی ایک عرصه فوجی خدمات انجام دیتے رہے تاآنکه ۵۸۰ ھ میں (یعنی بیس برس کی عمر میں) یه مشغله ترک کر دیا ۔ اس کا سبب خود انہوں نے حلب میں ابن الشعار سے بدھ ٦ ربیع الاول ٦٣۵ھ کو ہونے والی ملاقات میں یه بتایا که وہ امیر ابوبکر یوسف بن عبدالمومن کی ملازمت کے زمانے میں ایک مرتبه امیر مذکور کے همراہ مسجد قرطبه میں گئے اور وہاں امیر کو رکوع و سجود کرتے اور خشوع و خضوع کے ساتھ الله تعالی کے سامنے گڑ گڑاتے دیکھ کر انهیں یه خیال آیا که اگر اتنے وسیع علاقے

کا بادشاہ ہو کر بھی اس شخص کی اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ کیفیت ہے تو پھر دنیا کی کچھ حقیقت نہیں ، اسی دن ملازمت سے طبیعت اکھڑ گئی اور راہ طریقت پر گام زن ہو گئی ۔

بعد ازاں اندلس کے مختلف شہروں سے گزر کر ، مراکش ، تونس اور مصر کے راستے ۵۹۸ ھ میں مکہ پہنچے جہاں طویل عرصے تک قیام کیا ۔ ان کا ضخیم شاہکار ,,الفتوحات المکیّہ ،، اسی دور کے مکاشفات روحانی کا گویا ایک ریکارڈ ہے ۔ پھر موصل و بغداد اور قونیہ کی سیاحت کی ۔ ٦١٠ھ میں دوبارہ مکہ مکرمہ گئے جہاں سے پھر قونیہ اور حلب ہوتے ہوئے بالآخر دمشق پہنچے اور وہیں کوہ قاسیون کے دامن میں ان کا مزار ہے جس پر انہی کا یہ شعر کندہ ہے :

فِی کُلِّ عَصْرٍ وَاحِدٌ یَسْمُوبِہٖ
وَاَنَا لِبَاقِی الْعَصْرِ ذَاکَ الْوَاحِدُ (۴۲)

,,ہر زمانے میں کوئی ایک فرد ہوتا ہے جو اسے بلندی عطا کرتا ہے اب جس قدر زمانہ باقی رہ گیا ہے اس کے لئے وہ فرد یکتا میں ہوں ،،

ابن العربی کی شاعری یوں تو ان کی کئی سو تصانیف میں ۔ جن میں ,,الفتوحات المکیۃ،، اور ,,فصوص الحکم،، سب سے زیادہ شہرت رکھتی ہیں ۔۔ جا بجا بکھری ہوئی مل سکتی ہے لیکن خالص شعری مجموعے دو ہیں ۔ ایک ,,ترجمان الاشواق،، اور دوسرے ان کا ,,دیوان،، ۔

,,ترجمان الاشواق ،، کی شاعری ظاہری ہیئت کے اعتبار سے عربی کی روایتی عشقیہ شاعری ہے جو حسن نسوانی کے حوالے سے کی جاتی ہے ۔ ابن العربی کے خود نوشت دیباچے سے یہ پس منظر سامنے آتا ہے کہ (۴۳) ۵۹۸ ھ میں جب وہ مکہ گئے تو دیگر فضلاء و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صلحاء کے علاوہ ان کا رابطہ شیخ ابو شجاع زاھر بن رستم سے بھی رھا جن سے انھوں نے حدیث پڑھی ۔ شیخ کی ایک ناکتخدا بیٹی ،,النظام ، نام (۶۵) ، حسن و جمال ، فصاحت و بلاغت ، زھد و عفت اور عبادت و ریاضت میں بے مثل تھی ۔ اسی کی ذات کو انھوں نے ترجمان الاشواق کی تشبیب ظاھری کا محور بتایا ہے تاھم ان اشعار کے باطن مفھوم کو بطریق رمز و ایما ، اعلی روحانی واردات سے متعلق قرار دیا ہے ، جن کی حقیقت کو وہ خاتون خوب سمجھتی تھی۔ اشعار کی ھیئت ظاھری کے سبب حلب کے کسی فقیہ نے اس رائے کا اظھار کیا کہ ان میں اسرار الھیہ کی گنجائش نکالنا محض مصلحت کا ایک پردہ ہے۔ چنانچہ ابن العربی کے دو شاگردوں نے درخواست کی کہ وہ اپنے کلام کی شرح خود لکھیں ۔ یہ فرمائش انھوں نے پوری کی اور یہ شرح اب ,,ترجمان الاشواق ، کے ساتھ شامل ہے۔ شرح کا کچھ حصہ فقھاء کی ایک جماعت کے سامنے پڑھا گیا تو معترض نے اپنے اعتراض سے رجوع کر لیا اور یہ تسلیم کیا کہ فقراء کے ھاں بادہ و ساغر کے پردے میں مشاھدہ حق کی گفتگو سے انکار نھیں کیا جا سکتا ۔ (۶٦) ابن العربی نے دیباچے میں اپنے اس اسلوب خاص کی وضاحت میں کچھ اشعار بھی درج کئے ھیں جن میں آخری شعر کو نمائندہ حیثیت دی جا سکتی ہے۔

فَاصْرِفِ الْخَاطِرَ عَن ظَاهِرِ هَا   وَاطْلُبِ الْبَطِنَ حَتّٰی تَعْلَمَا(۶۷)

,,سو ذھن کو ان (مضامین شعر) کے ظاھر سے ھٹا

اور باطن کا کھوج لگا تاآنکہ تجھے حقیقت معلوم ھو جائے ،،

ابن عربی کی شاعری میں ظاھر اور باطن کی ان پر چھائیوں پر المقّری نے بھی ان کے ایک شعر کے حوالے سے روشنی ڈالی ہے۔ (۶۸) اور ان کے کلام کے بارے میں حسن ظن کو لازم قرار دیا ہے۔ شعر یوں ہے

یَامَنْ یَّرانِی وَلاَ اَرَاہُ　　　کَمْ ذَا اَرَاہُ وَ لاَ یَرانی

,,اے وہ کہ وہ مجھے دیکھتا ہے جبکہ میں اسے نہیں دیکھتا بارہا یوں بھی ہوتا ہے کہ میں اسے دیکھتا ہوں جبکہ وہ مجھے نہیں دیکھتا ،،

ابن العربی کے کسی ساتھی نے یہ شعر سن کر کہا کہ تم یہ کیونکر کہہ سکتے ہو کہ وہ تمہیں نہیں دیکھتا ؟ اس پر انہوں نے برجستہ کہا :

یَا مَنْ یَّرانِی مُجْرِماً　　　وَلاَ اَرَاہُ آ خِذا

کَمْ ذَا اَرَاہُ مُنْعِماً　　　وَلاَ یَرانِی لاَئِذا

,,اے وہ کہ وہ مجھے جرم کرتے دیکھتا ہے ،،
جبکہ میں اسے گرفت کرتے نہیں دیکھتا
بارہا میں اسے نعمتیں بخشتے دیکھتا ہوں
جبکہ وہ مجھے اپنی پناہ ڈھونڈتے نہیں دیکھتا ،،

,,ترجمان الاشواق ،، کی شاعری فنی اعتبار سے متقدمین کی پختہ گوئی ، اور الفاظ کے زور دار دروبست ، کے ساتھ ساتھ متأخرین کی مناسبات لفظی اور صنائع بدائع کا ایک اچھا امتزاج پیش کرتی ہے۔ چند اشعار بطور نمونہ ملاحظہ کیجئے :

غَازَلْتُ مِنْ غَزَلِی مِنْھُنَّ وَاحِدَۃً
حَسْنَاءَ لَیْسَ لَھَا اُخْتٌ مِنَ الْبَشَرِ
اِنْ اَسْفَرَتْ عَنْ مُحَیَّاھَا اَرَتْکَ سَناً
مِثْلَ الْغَزَالَۃِ اِشْرَافاً بِلا غَبَرِ
لِلشَّمْسِ غُرَّتُھا ، لِلَّیْل طُرَّتُھا
شَمْسٌ و لَیْلٌ مَعاً مِن اَعْجَبِ الصُّوَرِ
فَنَحْنُ بِاللَّیْلِ فِیْ ضَوءِ النَّھارِ بِھَا
وَنَحْنُ فِی الظُّھْرِ فِی لَیْلٍ مِنَ الشَّعَرِ (۷۹)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

,,میں نے اپنے کلام عاشقانہ سے گفتگوئے محبت چھیڑی
ان میں سے ایک حسینہ کے ساتھ جس کی مثال بنی نوع انسان میں موجود نہیں اگر وہ اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دے
تو تجھے سورج کی سی تابانی دکھائی دے ، جو ایک بے غبار ماحول میں چمک رہا ہو
سورج کے پاس اس کی درخشان پیشانی ہے اور رات کے پاس اس کی زلفیں
نہایت عجیب صورت ہے کہ سورج اور رات یکجا ہیں
سو اس کے سبب سے ہم رات کے وقت روز روشن میں ہوتے ہیں
اور دوپہر کے وقت زلفون کی رات ہم پر محیط ہوتی ہے "

ان اشعار کی عارفانہ شرح میں شیخ نے ,,واحدۃ " یعنی ,,ایک " کا اشارہ توحید کی طرف بتایا ہے نیز مختلف حسیناؤں میں سے ایک سے مراد مختلف معارف میں سے ایک خاص بلند مقام یعنی معرفت ذات لی ہے ، جو مقام مشاہدہ سے متعلق ہے جس کی مثال آیت ,,لیس کمثلہ شئی " ,,اس جیسی کوئی شے نہیں " کے مصداق کہیں نہیں ملتی۔ دوسرے شعر میں چہرہ تاباں کی بےنقابی کا اشارہ حدیث ,, ترون ربکم کالشمس بالظھیرۃ لیس دونھا سحاب " ,,تم اپنے ربَ کو یوں دیکھو گے جس طرح دوپہر کا سورج جس کے آگے بادل حائل نہ ہو " کی طرف بتایا ہے۔ وعلی ھذا القیاس۔

,,ترجمان الاشواق " کے ایک اور قصیدے کے یہ چند اشعار مشہور ہیں :

لَقَدَ صَارَ قَلْبِی قَابـلاً کُلُّ صُورَۃٍ فَمَرْعیً لِغِـزْلَانِ و دَیْـرٌ لِرُھْبَانِ
وَبَیْـتٌ لِاَوْثَـانِ و کَعْبَۃُ طَائِفٍ وَاَلْـوَاحُ تَوْرَاۃٍ و مُصْحَفُ قُرآنِ
اَدِیْنُ بِدِیْنِ الْحُبِّ اَنّیٰ تَوَجَّھَتْ رَکَائِبُہُ فَالْحُبُّ دِیْنِی وَاِیْمَانِی(۸۰)

,,میرا دل ہر صورت کو قبول کرنے کا اھل ہو گیا ہے

سو وہ ہرنوں کی چراگاہ بھی ہے اور راھبوں کی خانقاہ بھی اور

بتکدہ بھی اور طواف کرنے والے کے لئے کعبہ بھی

اور تورات کی الواح بھی اور مصحف قرآن بھی

میں دین محبت کی پیروی کرتا ہوں

جس طرف بھی اس کا قافلہ روانہ ہو

کہ محبت ہی میرا دین و ایمان ہے ،،

ان اشعار کی عارفانہ شرح بھی خاصی تفصیلی ہے۔ ایک نکتہ یہ بیـــان ہوا ہے کہ ,,قلب،، کی وجہ تسمیہ ھی اس کا تقلّب یعنی تنوّع واردات و احوال ہے جو تجلیات الٰھیہ کے تنوع کے نتیجے میں واقع ھوتا ہے ,,الواح تورات ،، اور ,,مصحف قرآن ،، کا اشارہ ,,علوم موسویہ عبرانیہ ،، اور ,,معارف محمّدیہِ کمالیہ ،، کی طرف ہے جن کے حصول اور جن کی وراثت پانے کے اعتبار سے دل کو ,,الواح ،، اور ,,مصحف ،، کی حثیبت حاصل ہے۔ ,,دین محبت ،، کا اشارہ آیہ مبارکہ ,,فاتّبعونی یُحببکم اللہ ،، ,,میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا ،، کی طرف ہے ,,انّی توجّھَتْ ،، میں محبوب کے ہر ہر حکم پر سر تسلیم خم کرنے کی رمز ہے۔ نیز یہ کہ دین محبت امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام سے مخصوص ہے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو گروہ انبیاء میں ,,مقام محبت ،، کا امتیاز حاصل ہے چنانچہ آپ ,,صفی ،، ، ,,نجی ،، اور ,,خلیل ،، ہونے کے علاوہ ,,حبیب ،، بھی ھیں جس میں ,,محب اور محبوب ،، دونوں کا مفہوم شامل ہے پس آپ کی وراثت پانے والے بھی اسی راہ پر گام زن ھیں۔

,,دیوان ابن عربی ،، کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ٦٢٩ھ میں مرتب ھوا۔ ھسپانوی فاضل آنجل جنثالث پالنشیا (Angel Gonzalez

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(Palencia نے اسے ,,ترجمان الاشواق " کے مقابلے میں فنی طور پر کمزور تصور کیا ہے۔ (۸۱)۔ دیوان خاصا ضخیم ہے۔ ہمارے سامنے جو نسخه ہے محمد بن اسماعیل شہاب الدین کی تصحیح متن کے ساتھ ۱۸۵۵ء میں بولاق مصر سے شائع ہوا۔ لیکن یه کچھ معلوم نہیں ہو سکا که کس مخطوطے یا کن مخطوطات پر اس کی بنیاد ہے اشعار کو کسی بھی ترتیب پر مرتب نہیں کیا گیا نه کوئی فہرست فراہم کی گئی ہے لہذا مطلوب اشعار کی تلاش از حد دشوار ہے۔ دیوان پر بیشتر غلبه دینی اخلاقی اور متصوفانه شاعری کا نظر آتا ہے جس کا عمومی مزاج ,,ترجمان الاشواق " کی شاعری کی طرح رمزی و علامتی نہیں ۔ دیوان میں کافی تعداد میں موشّحات بھی موجود ہیں (۸۲) ۔

,,الموشّح " اور ,,الزّجل " لوک شاعری کی وہ اصناف ہیں جنہیں اہل اندلس نے اختراع کیا۔ ہر چند که بعض اوقات موشّحات کا رشته ,,مسمّط " سے جوڑا جاتا ہے جس کی ایک مثال امرؤالقیس کے کلام میں بتائی جاتی ہے۔ (۸۳) نیز ایک ,,موّشحه " کی نشاندھی ابن المعتز کے دیوان میں بھی کی جاتی ہے لیکن یه مثالیں تحقیقی اعتبار سے محل نظر ہیں (۸۴)۔ صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے که یه دونوں صنفیں اندلس میں پیدا ہوئیں جہاں موشحات کا موجد مقدّم بن معافیٰ القبری کو قرار دیا جاتا ہے جو امیر عبداللہ بن محمد المروانی کے دربار کا نابینا شاعر تھا۔ پھر ,,العقد الفرید " کے مصنف احمد بن عبدربه نے اس فن کو آگے بڑھایا تاہم ان دونوں کی موشحات زیادہ اہمیت نہیں پا سکیں اور غالباً ضائع ہو گئیں ۔ المریّه کے حاکم المعتصم بن صمادح کا درباری شاعر عبادة القزّاز پہلا آدمی تھا جو اس فن میں چمکا ۔ ابن خلدون نے اس کا کچھ نمونه کلام محفوظ کیا ہے۔ (۸۵)

موشّحات ، خصوصاً ازجال اجتماعی لوک گیتوں کی حیثیت رکھتے تھے جنھیں لوگ گلی کوچوں میں ٹولیاں بنا کر بآواز بلند گاتے تھے ـ ایک شخص ,,المنشد ،، یعنی مرکزی گانے والا ہوتا تھا جو تنہا ایک بند لے سے پڑھتا ـ پھر ٹیپ کو سب لوگ مل کر دھراتے ـ عود ، نے ، طنبور ، دف وغیرہ آلات موسیقی بھی اس موقع پر بجائے جاتے اور گاھے گاھے رقص بھی کیا جاتا ـ (۸٦) اس عوامی مزاج کے باعث ان اصناف کا فصیح عربی نیز عروض کے معروف اوزان میں ہونا مناسب نہ تھا ـ یہ عامی لہجے اور عوامی دھنوں میں ہوتے تھے ـ زجل کا مزاج موشح سے زیادہ عوامی تھا چنانچہ اس میں دارجہ لہجہ زیادہ استعمال ہوا ہے جس میں مقامی لاطینی دارجہ کے الفاظ بھی شامل ھیں ـ لفظ ,, زجل ،، کا لغوی مفہوم عالم طرب میں گانا اور غل مچانا وغیرہ ہے ـ لفظ ,,موشّح ،، ,,وشاح،، سے ہے جس کا مطلب وہ جڑاؤ پیٹی ہے جسے خواتین جنیو کے انداز میں ترچھا ، ایک طرف کے کاندھے سے دوسری طرف کے پہلو تک پہنتی تھیں ـ غالباً ,,وشاح ،، کے رنگا رنگ موتیوں اور منکوں کی ترتیب اور موشح کے ابیات و اقفال کی ترتیب میں ایک مشابہت قائم کی گئی ـ موشّحات کے مضامین بھی ھلکے پھلکے اور عوامی دل چسپی کے مطابق ہوتے تھے مثلاً حسن و عشق ، بادہ و ساغر ، اور منظر نگاری ـ ان میں بسا اوقات پھکّڑپن کی آمیزش بھی ہوتی تھی اور یہ بالعموم لونڈیوں ، غلاموں یا بدمستوں کی زبانی تصور کئے جاتے تھے ـ تاھم بعد میں انھیں مدح و ھجو اور زھد و تصوف وغیرہ مختلف مضامین کے لئے بھی استعمال کیا جانے لگا ـ

موشح و زجل کو سوقیانہ تصور کرتے ہوئے اول اول مستند شعراء نے انھیں درخور اعتنا نہ سمجھا چنانچہ ابن زیدون کے کلام میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موشحات نہیں ملتیں حالانکہ اس کے دور میں ان اصناف کا رواج ہو چکا تھا ۔ تاہم رفتہ رفتہ موشحات پر توجہ بڑھی ۔ انہیں فصیح لہجے کے قریب تر لایا گیا اور مروّجہ اوزان کے سانچوں میں ڈھالنے کی بھی کوشش کی گئی اگرچہ اس فن کے لوگ مستند روایتی کلام موزوں کو اس صنف کے تقاضوں کے خلاف قرار دیتے ہیں چنانچہ شعوری طور پر کوئی ایسا ٹکڑا لایا جاتا ہے جو اسے لگی بندھی بحر سے خارج کر دے مثلاً :

صَبَرْتُ وَالصَّبْرُ شِيْمَةُ الْعَانِي　　وَلَمْ اَقُلْ لِلْمُطِيْلِ هِجْرَانِي

مُعَـــذِّبِي كَـفَـــانِـــي

,,میں نے صبر کیا ، اور صبر ھی اسیر محبت کا شیوہ ہے اور میں نے ھجر کو طول دینے والے (محبوب) سے یہ نہیں کہا کہ اے میرے ستم گر بس بہت ہو چکی "

اب اس میں پہلے پورا شعر بحر منسرح میں آیا ہے لیکن ,,معذّبی کفانی " کا ٹکڑا اس سے خارج ہے ۔ جو موشحات عروضی اوزان سے خارج ھیں ان میں کچھ تو ایسی ھیں جن کی بہر حال ایک دھن سی بن جاتی ہے جس کا ذوقی و سماعی ادراک ممکن ہے اور کچھ ایسی ھیں جن کی کوئی دھن یا آھنگ سمجھ میں نہیں آتا انھیں صرف عوامی گانے میں کھینچ تان کر ھموار کیا جا سکتا ہے ۔ (۸۲)

یہ مسئلہ کہ موشحات کے مختلف بند اصطلاحی طور پر کیا کہلاتے ھیں حتمی طور پر طے شدہ نہیں ۔ چنانچہ ,,بیت " (یعنی وہ حصہ جو وزن اور عدد ارکان میں تو باقی موشح سے یکساں ھوتا ہے لیکن قافیہ مختلف رکھتا ہے) بعض کے خیال میں ,,جزء " بھی کہلاتا ہے ۔ ,,قفل" وہ بند ہے جو وزن کے علاوہ ایک خاص قافیے کا بھی پابند ھوتا ہے اور بار بار اسی قافیے کی طرف لوٹتا ہے اسے ,,قفلہ "

بھی کہہ لیتے ھیں ۔ آخری ٹیپ ,,خرجہ،، کہلاتی ہے۔ ابتدائی بند کو ,,مطلع،، یا ,,مذھب،، یا ,,غُصن،، کہا جاتا ہے ۔ ,,قفل،، کے مقابلے میں وہ ,, ابیات،، جو قافیے میں ,,قفل،، کی پابندی نہیں کرتے ,,دور،، یا ,,سمط،، بھی کہلاتے ھیں ۔ اگر آغاز ان ,,ابیات،، سے ھو تو موشح ,,اقرع،، کہلاتی ہے اور اگر آغاز ,,قفل،، سے ھو تو ,,تام،، ۔ وغیرہ وغیرہ ۔ ان اصطلاحات کے طے شدہ نہ ھونے کے سبب اختلاف رائے اور ایک طرح کے ابہام کا پایا جانا فطری امر ہے۔ ابیات و اقفال میں تعداد ارکان بھی مختلف ھو سکتی ہے (۸۸) ۔

جب فصیح و مستند شعراء کی توجہ موشحات کی طرف مبذول ھوئی تو اس صنف میں معروف شعراء کے کلام کو تضمین کرنے کا رجحان بھی پیدا ھوا ۔ چنانچہ ابن الوکیل نے ابن زیدون کے مشہور قصیدے :

,,اضحی التنائی بدیلاً من تدانینا ،، (۸۹)

کو موشح میں کھپایا ہے :

مَنْ هامَ بِالْغِيْدِ لاَقـٰى بِهِمْ هَمَّا
بَذَلْتُ مَجْهُودِى لِأَحْوَرِ اَلمىٰ
يَهُمُّ بِالْجُوْدِ وَرِدَّمَا هَمَّا
وَعِنْدَمَا قَدْ جَادْ بِالْوَصْلِ اَوْقَدْ كَادْ
اَضْحَى التَّنَائِى بَدِيْلاً مِنْ تَدانِيْنَا

وعلی هذا القیاس (۹۰)

,,جو کوئی نازک اندام حسینوں پر مرتا ہے ان کی طرف سے دکھ اٹھاتا ہے میں نے عنّابی ھونٹوں اور حسین آنکھوں والے (ایک محبوب) کی خاطر جو کچھ بھی بن پڑا کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ کرم گستری کا ارادہ کر کے پھر ارادہ توڑ دیتا ہے
اور بالآخر جب وہ آمادہ وصل ہو گیا ، یا ہونے ہی والا تھا
تو ,,ہمارے قرب کی جگہ جدائی نے لے لی "

موشّحات کے فن میں الاعمی التُطیلی ، ابن بقی ، ابوبکر ابن الابیض ، ابوبکر ابن باجۃ ، ابوبکر ابن زُہر محمد بن ابی الفضل وغیرہ اور آخر میں وزیر لسان الدین ابن الخطیب نمایاں نظر آتے ہیں۔

مشرق میں بھی موشحات کی پیروی کی گئی اور اس سلسلے میں ابن سناء الملک مصری کا نام سب سے اہم ہے جس کی موشحات کو مشرق و مغرب میں یکساں شہرت ملی ۔ موشحات کے فن پر اس کی کتاب ,,دارالطراز فی عمل الموشحات " آج تک یاد گار ہے۔

زجل ، جیسا کہ بیان ہوا موشح سے زیادہ عوامی چیز ہے جس کی زبان غیر معیاری مقامی لہجوں پر مبنی ہوتی ہے۔ زجل کے ارتقاء میں سعید بن عبدربہ ابو یوسف ہارون الرمادی ، عبادۃ بن ماء السماء ، ابو عثمان بن سعید البلینۃ ، وغیرہ بہت سے شعراء نے حصہ لیا ـ (۹۱) لیکن ابن قزمان ، ابوبکر محمد بن عبدالملک ، کو زجّالین میں نہایت نمایاں حیثیت حاصل ہے اس کی ایک معروف زجل کی ابتداء یوں ہوتی ہے :

یَا مَلِیْحَ الدُّنْیَا قُولْ
علی اش انت یا ابنَ ملُولْ
ای انا عندک وجیہ
یتمجّج من وفیہ ثمّ فاحلی ماتتیہ
ترجع انسٰنک وصول (۹۲)

فصیح عربی میں اس کی جو شرح بتائی گئی ہے اس کا مفہوم کچھ یوں ہے۔

,,اے دنیا کے ملیح ترین شخص یہ بتا
کہ آخر کیا سبب ہے کہ تو پیہم متغیر ہے کسی ایک حال پر
ٹھہرتا نہیں مجھے تیرے ہاں بڑا مقام حاصل ہے
بھلا انسان اپنے وفادار سے کیونکر نفرت کر سکتا ہے
جس قدر ناز کرنا ہے کر لے کہ بالآخر
تجھے اسی سے جا ملنا ہے جس سے تجھے محبت ہے،،

زجل کے عمومی موضوعات عوامی دل چسپیوں سے عبارت تھے جن پر پھکڑ پن اور فحش گوئی کا اثر بھی نمایاں تھا تاہم اسی صنف میں رفتہ رفتہ سیاسی ، مدحیہ بلکہ حزنیہ مضامین بھی جگہ پانے لگے۔

زجل کا فن اندلس کے تمام گوشوں میں اس قدر مقبول ہوا کہ ان تمام شعرا کے نام گنانا ممکن نہیں جنھوں نے اسے اپنایا۔ اندلس سے مشرق کی طرف ھجرت کرنے والے شعرا کے توسط سے زجل نہ صرف دیار مشرق میں پہنچی بلکہ فرانس ، انگلستان ، جرمنی ، اٹلی ، پرتگال وغیرہ مغربی ممالک کے ادب پر بھی اس کا اثر دریافت کیا گیا ہے۔ (۹۳)

اندلس کی عربی شاعری کا یہ طائرانہ سا جائزہ بھی خاصا طویل ہو گیا حالانکہ وسعت موضوع کے اعتبار سے یہ ھنوز نہایت تشنہ ہے۔ اس طویل مختصر افسانے کے انجام کا منظر دیکھنے کے لئے ھمیں غرناطہ چلنا ہو گا جہاں ,,الحمرا،، کے درو دیوار مغرب اقصی میں مسلم اقتدار کے ڈوبتے ہوئے سورج کے پرتو میں کچھ اور بھی لہو میں غرق دکھائی دیتے ھیں۔ سنگ سرخ کی ان روشوں پر ، ان متناسب محرابوں میں لسان الدین ابن الخطیب اور ابن خلدون کے پیکر اہل نظر کو آج بھی متحرک نظر آتے ھیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لسان الدین ابن الخطیب محمد بن عبداللہ (م : ۷۷۶ھ/۱۳۷۴ء) اپنے دور کا بہت نمایاں مورخ ، مصنف،شاعر اور سیاست دان تھا ۔ فن شعر میں اپنی قادر الکلامی کے سبب اسے بنو الاحمر کے دربار تک رسائی حاصل ہوئی اور رفتہ رفتہ وہاں کا قلمدان وزارت سنبھال لیا اور سلطان ابو الحجاج یوسف پر اپنے زبردست رسوخ کے باعث بہت بااختیار ہو گیا ۔ ابن خلدون سے اول اول اس کی دوستی تھی لیکن جب وہ بھی غرناطہ آ گیا تو ابن الخطیب ، بعض بدخواہوں کی لگائی بجھائی کے نتیجے میں اس سے بگڑ گیا اور یہی بات ابن خلدون کی غرناطہ سے واپسی کا سبب بنی ۔ (۹۳)

ابن الخطیب کی شاعری کلاسیکی رنگ میں قادر الکلامی اور پختہ گوئی کا اچھا نمونہ ہے ۔ ایک موقع پر وہ عیسائیوں کے خلاف امیر تونس سلطان ابو عنان حفصی سے مدد مانگنے کے لئے ایک وفد کو ساتھ لے کر گیا اور اپنا مدعا نظم میں یوں بیان کیا :

خَلِیْفَةَ اللهِ سَاعَدَ الْقَدَرُ
وَدَافَعَتْ عَنْکَ کفُ قُدْرَتِهِ
وَجْهُکَ فِی النَّائِبَاتِ بَدْرُ دُجیً
وَالنَّاسُ طُرّاً بِاَرْضِ اَنْدَلُس
وَجُمْلَةُ الأَمْرِ اَنَّهُ وَطَنٌ
وَمَنْ بِهِ ۔ مُذْ وَصَلْتَ حَبْلَهُمُ
وَقَدْ أَهَمَّتْهُمُ بِأَنْفُسِهِم
عُلَاکَ ، مَا لَاحَ فِی الدُّجَی قَمَرُ
مَالَیْسَ یَسْطِیْعُ دَفْعَهُ الْبَشَرُ
لَنَا وَفِی الْمَحْلِ کَفُّکَ الْمَطَرُ

لَولاَکَ مَا أَوْطَنوُا وَمَا عَمَـــرُوُا
فِی غَیْرِ عُلْیَـاکَ مَالَـهُ وَطَرُ
مَا جَحَـدُوا نِعْمَـةً وَلاَ کَفَرُوا
فَاَوْفَدُوْنِی اِلَیْکَ وَانْتَظَرُوا

,,اے اللہ کے خلیفہ ، قسمت تیری بلندی کے ساتھ یاوری کرے
جب تک تاریکیوں میں چاند چمکتا رہے
اور اللہ کا دست قدرت ان (مصائب) سے تیرا دفاع کرتا رہے
جنھیں دور کرنے کی طاقت انسانوں میں نہیں ہے۔
تیرا چہرہ مصائب میں ہمارے لئے یوں ہے جیسے اندھیروں میں
چودھویں کا چاند
اور قحط کے زمانے میں تیرا کف دست باران رحمت ہے
تو نہ ہوتا تو ارض اندلس کے تمام لوگ
نہ اسے وطن بناتے اور نہ وہاں بستے
مختصر یہ کہ وہ ایک ایسا وطن ہے
جسے تیری سر بلندی کے سوا کوئی خواہش نہیں اور وہاں کے
رہنے والے
ــــ جب سے تو نے ان کی دستگیری کی ہے۔
کبھی کفران نعمت کے مرتکب نہیں ہوئے
اور اب جبکہ انہیں اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں
انہوں نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے اور خود منتظر ہیں "

سلطان یہ شعر سنتے ہی وجد میں آ گیا اور جو جو کچھ مطلوب تھا سب کچھ دے کر ابن الخطیب کو واپس کیا ۔ (۹۵)

ابن الخطیب بے خوابی کا مریض تھا ۔ اس کا دن سیاست کی گتھیاں سلجھانے میں اور رات پڑھنے لکھنے میں بسر ہوتی تھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چنانچہ اسے ,,ذوالعمرین ،، ,,دو زندگیوں والا ،، کا خطاب دیا گیا ۔ اس نے ساٹھ کی قریب تصنیفات چھوڑیں جن میں سے ایک تہائی کے لگ بھگ محفوظ رہ سکی ھیں ۔ ان میں ,,الاحاطۃ بتاریخ غرناطۃ،، بہت مشہور ہے ۔ وہ بلاشبہ اپنے دور کے ممتاز ترین اھل قلم میں سے تھا ۔ تاھم سیاسی اقتدار اور جوڑ توڑ کے شوق میں اس نے بہت سے دشمن پیدا کر لئے اور بالآخر

اس راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے سو گزری
تنہا پس زنداں کبھی رسوا سر بازار

غرناطہ چھوڑ کر دیار مغرب کی طرف نکلنا پڑا ۔ حاسدوں اور دشمنوں کی ریشہ دوانیاں یہاں بھی جاری رھیں جس میں رفتہ رفتہ وہ کامیاب ہو گئے ۔ ابن الخطیب پر زندقت کا الزام لگا ۔ سر عام اسے رسوا کیا گیا ۔ اور جیل کے اندر ھی گلا گھونٹ کر ھلاک کرا دیا گیا ۔ دفن ہو جانے کے بعد ایک مرتبہ اس کی لاش بھی قبر سے نکال کر اسے جلانے کی کوشش کی گئی اور اس کے جسد نیم سوختہ کو دوبارہ سپرد خاک کیا گیا ۔ (۹٦)

ایک بار اس نے معتمد کی قبر پر کھڑے ہو کر کچھ شعر کہے تھے جن میں سے چند یہ ھیں

قَدْ زُرْتُ قَبْرَکَ عَنْ طَوْعٍ بِاَغْمَاتِ
رَاَیْتُ ذٰلِکَ مِنْ اَوْلَی الْمُہِمَّاتِ
لِمْ لاَ اَزُورُکَ یَا اَنْدَی الْمُلُوکِ یَداً
وَیَا سِرَاجَ اللَّیَالِی الْمُدْلَھِمَّاتِ
وَاَنْتَ مَنْ لَوْتَخَطَّی الدَّھْرُ مَصْرَعَهُ
اِلٰی حَیَاتِی لَجَادَتْ فِیْهِ اَبْیَاتِی (۹۷)

,,میں دلی رغبت کے باعث اغمات میں تیری قبر کی زیارت کو

حاضر ہوا ہوں میں نے اس کام کو اہم ترین کام تصور کیا ہے
میں تیری زیارت کیونکر نہ کروں ، تو کہ بادشاہوں میں سب سے
بڑھ کر سخی تھا
اور تاریک راتوں میں چراغ کی حیثیت رکھتا تھا
تو وہ تھا کہ اگر زمانہ تیری موت کو میری زندگی تک مؤخر کر
دیتا تو تیرے لئے میری شاعری وفور کا عالم دکھاتی »

اس وقت اسے معلوم نہ تھا کہ اس کا اپنا انجام معتمد سے کہیں زیادہ سنگین ہو گا ـ یہ سنگینی کچھ اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہم یہ سنتے ہیں کہ اس کے شاگرد ابن زمرک نے بھی اس سلسلے میں بروٹس کا کردار ادا کیا ـ

ابن زمرک ، ابو عبداللہ محمد بن یوسف (م ـ تقریباً ۷۹۳ھ/ ۱۳۹۰ ء) کو اندلس میں عربی شاعری کا آخری ستون کہا جا سکتا ہے۔ وہ ایک اچھا نثر نگار بھی تھا ـ سیاست کی وادی میں قدم رکھا اور اپنے استاد لسان الدین ابن الخطیب کے المناک انجام کے بعد وزارت کے منصب تک پہنچا ـ اگر یہ درست ہے کہ وہ استاد کے قتل کی سازش میں شریک تھا تو پھر اس کے اپنے المناک انجام کو پاداش عمل بھی کہا جا سکتا ہے ـ مرتبہ و منصب کے ساتھ جو رنجشیں پیدا ہو جاتی ہیں ان کے نتیجے میں بالآخر اسے اسی کے گھر میں قتل کروا دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کے جو بیٹے اور ملازمین موجود تھے وہ بھی قتل ہوئے ـ روایت کے مطابق قتل ہوتے وقت ابن زمرک نے قرآن ہاتھوں میں بلند کر رکھا تھا ـ (۹۸)

بطور شاعر ابن زمرک کو ابن خفاجہ کے رنگ کا کامیاب شاعر سمجھا جاتا ہے چنانچہ مناظر فطرت کی عکاسی میں اسے زبردست ملکہ حاصل تھا ـ الحمراء کے در و دیوار ، باغات اور وہاں کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محفلوں کا نقشہ اس نے بڑا خوبصورتی سے کھینچا ہے۔ (۹۹) اس کے بعض اشعار آج تک الحمراء کی دیواروں پر نقش ہیں اور ان کی بے مثال مینا کاری کا حصہ ہیں ۔ ایک قصیدے میں اس نے جلتے ہوئے چراغ کی منظر کشی کی ہے جو اس کی دقّت مشاهده اور قدرت اظہار ، کے ساتھ ساتھ اس کی داخلی شخصیّت پر بھی روشنی ڈالتے ہیں ۔ انھی چند شعروں کو ہم اس کے نمونہ کلام کے طور پر درج کرتے ہیں دیکھئے اس نے کس خوبی سے چراغ کی لو اور سوز محبت کو باهمدگر پیوست کر دیا ہے۔

لَقَدْ زَادَنِي وَجْداً وأَغْرىٰ بِيَ الجَوَى
ذُبالٌ بِأَذْيَالِ الظّلَامِ قَدِ الْتَفَّا
تُشِيْرُ وَرَاءَ اللَّيْلِ مِنْهُ بَنَانَةٌ
مُخَضَّبَةٌ واللّيلُ قَدْ حَجَبَ الكَفَّا
تَلُوحُ سِنَاناً حِيْنَ لاتَنْفَحُ الصَّبَا
وَتَبْدُو سِواراً حِيْنَ تَثني لَهُ العِطْفا
قَطَعْتُ بِهَا لَيْلِي يُطارِ حُنِي الْجَوىٰ
فَآونَةً يبدُو و آونَةً يَخْفىٰ
إِذَا قلتُ لايَبْدُو أشالَ لِسانَهُ
وإنْ قلتُ لايَخْبُو الضِّيَاءُبِهِ كَفَّا
إلىٰ أنْ أفاقَ الصبْحُ مِن غَمْرَةِ الدُّجىٰ
وأهْدى نسيمُ الرَّوْضِ مِنْ طِيْبِه عَرْفا
لكَ اللهُ يامِصْبَاحُ اَشبَهتَ مُهْجَتِي
وَقَدْشَفَّهَا مِنْ لَوْعَةِ الْحُبِّ مَاشَفَّا (۱۰۰)

,,بلاشبه میری کسک میں اضافه کر دیا ہے اور درد محبت کو بھڑکا دیا ہے ایک فتیلے نے جو ظلمت کے دامن سے الجھ رہا ہے

اس کی ایک حنائی انگشت رات کے ماورا اشارہ کرتی ہے
جبکہ باقی ہاتھ پر رات نے پردہ ڈال رکھا ہے۔
جب بادصبا نہیں چلتی تو یہ (انگشت) نیزے کی انی کی طرح دمکتی ہے
اور جب صبا اس (فتیلے) کا پہلو دبا تی ہے تو یہ ایک کنگن کی صورت دکھائی دیتی ہے
اس کے سہارے میں نے رات گزاری دی
درد محبت مجھ سے مصروف کشاکش رہا
وہ (اس لو کی طرح) کبھی کھل کر سامنے آتا تھا اور کبھی روپوش ہو جاتا تھا۔
جب میں یہ سمجھنے لگتا تھا کہ اب وہ ظاہر نہیں ہو گا تو وہ اپنی زبان بلند کر دیتا تھا
اور جب میں یہ تصور کرنے لگتا تھا کہ اس کی روشنی اب نہ بجھے گی تو وہ مدھم پڑ جاتا تھا
(یہ سلسلہ جاری رہا) تاآنکہ صبح ، تاریکیوں کی کٹھنائی سے آزاد ہوئی اور باغوں کی ہوا نے اپنےمہکارکی لپٹ کا ہدیہ بھیجا اللہ تیرا بھلا کرے ، اے چراغ تو میری روح سے مشابہ ہے جسے سوز عشق نے بے حد زار و نزار کر رکھا ہے۔

روایت ہے کہ ۲ جنوری ۱۴۹۲ ء کو جب غرناطہ پر ہلال کی جگہ صلیب سایہ فگن ہو گئی اور اندلس کا آخری مسلمان حکمران ابو عبداللہ بوجھل دل اور بوجھل قدموں کے ساتھ ، اپنے اہل خانہ اور جان نثار ہمراہوں کے جلو میں ہمیشہ کے لئے غرناطہ کو چھوڑ کر چلا تو پتھریلے پہاڑی راستے پر گھوڑا بڑھاتے ہوئے مغلوب سلطان نے مڑ کر الحمراء پر ایک نگاہ واپسیں ڈالی جس کے درو دیوار پر جا بجا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

,,ولا غالب الا اللہ ،، کا نقش جگمگا رہا تھا ـ شدت جذبات سے اس نے ایک آہ سرد بھری اور اس کی آنکھوں میں تھما ہوا طوفان بہ نکلا ـ اس مقام کو آج تک ہسپانیہ میں

El Ultimo Suspiro del Moro

یعنی ,, مسلمان کی آخری آہ سرد ،، کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ـ (۱۰۱)
اسی آہ سرد کو ہم اندلس میں عربی شاعری کا مقطع تصور کرتے ہیں ـ کیا ضروری ہے کہ شاعری الفاظ ہی میں کی جائے

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے
نالہ پابند نے نہیں ہے

حواشی

۱ ـ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس رائے کا اظہار اپنے عربی مضمون ,,فتح الاندلس (اسبانیا) فی خلافة سیدنا عثمان سنة ۲۷ للهجرة،، میں کیا ہے جو ادارہ تحقیقات اسلامی کے عربی مجلہ ,,الدراسات الاسلامیة،، کے خصوصی نمبر ,,الاسلام فی الاندلس،، میں اشاعت کے لئے وصول ہوا ہے ـ

۲ ـ مثلاً دیکھئے :
ابن الابّار ، محمد بن عبداللہ الحلّة السیراء ، تحقیق د ـ حسین مونس ، القاهرة ۱۹۶۳ ـ ۱۹۶۳ء، ۱/۲۵ ـ ۳۲ .
المقّری، احمد بن محمد نفح الطّیب ...، تحقیق ڈوزی وغیرہ ، لائیڈن ۱۸۵۸ ـ ۱۸۶۱ء، ۲/۲۵، ۲۶ ، ۲۹ ، ۳۰

۳ ـ دیکھئے یاقوت الحموی ، معجم البلدان ، تحقیق وسٹنفلڈ ، طبع عکسی طہران ، ۱۹۶۵ء ، ۲/۸۶۷

۳ ـ محمد اقبال ، علامہ، کلیات اقبال (اردو) ، شیخ غلام علی اینڈ سنز ، پبلشرز ـ لاہور، ۱۹۷۳ء ، ص ۳۸۸ . (نظم ,,مسجد قرطبہ،،)

۵ ـ ابن الابّار ، الحلّة السیراء، ۱/۳۷
المقّری ، نفح الطّیب ، ۲/۳۷ ، یہاں آخری شعر کی روایت ,,من صوبها النّیء،، کی جگہ ,,فی المنتأی النّیء،، ہے ـ
یاقوت الحموی ، معجم البلدان ، ۲/۸۶۷ ، یہاں دوسرے شعر میں ,,فی التغریب،، کی جگہ ,,بالتغریب،، ہے ـ

ان اشعار کو عبدالملک بن بشر بن عبدالملک بن مروان سے بھی منسوب کیا جاتا ہے۔
کھجور ہی سے متعلق چار شعر کا ایک اور قطعہ

یـا نخـلَ انت غـریبـة مثلـی ۔ الخ

بھی عبدالرحمن الداخل کا بتایا جاتا ہے مگر اس کے بارے میں بھی اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔ (دیکھئے ابن الابّار ، الحلّة السیراء ، ۱/۳۷ ـ ۳۹، المقّری، نفع الطیب، ۲/۳۷ ,,غریبة،، کی جگہ ,,فریدة،، ۔

۶ ـ محمد اقبالؒ علامہ ، کلیات اقبال (اردو) ، ص ۳۹۳ ـ ۳۹۵ ۔

۷ ـ ابن الابّار ، الحلّة السیراء ، ۱/۳۲ ـ ۵۰

۸ ـ الغزال، بلا تشدید سند کے لئے دیکھئے ، الضبیّ ، احمد بن یحییٰ، بغیة الملتمس ... ,,تحقیق Codera & Ribera،، عکسی ایڈیشن بغداد ، (ت ـ ن) از طبع میڈرڈ ، ۱۸۸۳ء ، ص ۳۸۵ ڈوزی وغیرہ نے نفع الطّیب (دیکھئے آئندہ حاشیہ ۱۰ ، ۱۱) میں الغزّال بالتشدید درج کیا ہے جس کی سند معلوم نہیں ہو سکی ۔

۹ ـ آنخل جنثالث بالنثیا ، تاریخ الفکر الاندلسی، ہسپانوی سے عربی ترجمہ حسین مونس ، قاہرہ، ۱۹۵۵ء ، ص ۵ ، ۵۶ ۔

۱۰ ـ المقّری ، نفع الطّیب ، ۱/۱۷۸ ، ۲/۱۲۳ ۔

۱۱ ـ مثلاً دیکھئے مصدر سابق ، ۲/۲۲۳ ـ

۱۲ ـ دیکھئے ابن الخطیب لسان الدین محمد بن عبداللہ ، (تاریخ اسپانیة الاسلامیة) او کتاب اعمال الاعلام ... ، تحقیق لیفی بروفنسال ، بیروت ۱۹۵۶ء ، ص ۱۸

۱۳ ـ آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۶

۱۴ ـ ابن الخطیب ، اعمال الاعلام ... ، ص ۲۳

۱۵ ـ ایضـاً ، ص ۳۰

۱۶ ـ "R.A. Nicholson, *A Literary History of the Arabs*, Cambridge 1956, p. 416"

۱۷ ـ القزوینی ، زکریا بن محمد ، آثار البلاد و اخبار العباد بیروت ۱۹۶۰ء ، ص ۵۳۱

۱۸ ـ ابو نواس ، الحسن بن ھانی ، دیوان ابی نواس، تحقیق احمد عبدالمجید الغزالی ، قاہرہ، ۱۹۵۳ء ، ص ۱۲۳

۱۹ ـ آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۳۳

۲۰ ـ ایضـاً ، ص ۳۸

۲۱ ـ غالب، اسد اللہ خان ، عود ہندی ، مرتبہ سید مرتضی حسین فاضل ، مجلس ترقی ادب ، لاہور، ۱۹۶۷ء ، ص ۲۹۶

۲۲ ـ "Edward G. Browne, *A Literary History of Persia*, Cambridge, 1956, Vol. II, pp. 142–143."

۲۳ ـ دیکھئے بطرس البستانی ، ادباء العرب ـ ۳ (فی الاندلس و عصر الانبعاث) ، بیروت ۱۹۶۸ء ، ص ۲۷ ، ۲۸

۲۴ ـ ابن الابّار ، الحلّة السیراء ، ۲/۵۵

۲۵ ـ ایضـاً بحوالۂ بالا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۶ ـ "Hitti, P.K., *History of the Arabs*, London, 1960, p. 539"

۲۷ ـ المقّری ، نفح الطّیب ، ۱/۲۸۷

۲۸ ـ ایضـاً ، ۲/۶۸۷ .

۲۹ ـ ابن خلّکان ، احمد بن محمد ، وفیات الاعیان ... ، تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید، قاہرہ، ۱۹۳۸ء ، ۳/۱۱۹

۳۰ ـ ایضـاً ، ۳/۱۲۱

۳۱ ـ الفتح بن خاقان ، قلائد العقیان ، بولاق ، ۱۲۸۳ ھ ، ص ۲۳

۳۲ ـ ایضـاً بحوالہ بالا

۳۳ ـ کلیات اقبال (اردو) ، ص ۳۹۲ ـ ۳۹۳

۳۴ ـ ابن خلّکان ، وفیات الاعیان ، ۳/۱۲۷

۳۵ ـ المقّری ، نفح الطّیب ، ۲/۵۷۱

۳۶ ـ ایضـاً ، ۱/۲۸۹ ، ۲ ۵۸۰

۳۷ ـ ایضـاً ، ۲/۷۸۰

۳۸ ـ ایضـاً ، ۲/۷۸۱ ، ۷۸۲

۳۹ ـ سعدی شیرازی ، دیوان سعدی ، تحقیق مظاہر مصفّا، تہران، ۱۳۳۹ خ ، ص ۵۴۷

۴۰ ـ حالی، الطاف حسین ، دیوان حالی ، ستار بک ڈپو ، لاہور ، ۱۹۶۰ء ، ص ۹۶

۴۱ ـ محمد اقبال ، علامہ، کلیات اقبال (اردو) ، ص ۱۳۲ ، ۱۳۳

۴۲ ـ ابن خفاجہ ، دیوان ابن خفاجہ ، جمعیۃ المعارف ، مصر ، ۱۲۸۶ ھ ، ص ۱۶ ـ ۱۷

۴۳ ـ ایضـاً ، ص ۲۷

۴۴ ـ "Hitti, *History of the Arabs*, p. 560"

۴۵ ـ المقّری ، نفح الطّیب ، ۲/۵۶۳

۴۶ ـ ایضـاً ، ۲/۵۶۳ ـ ۵۶۴

۴۷ ـ بطرس البستانی ، ادباء العرب ـ ۳ ، ص ۱۲۴ ، ۱۲۵

۴۸ ـ ابن زیدون ، دیوان ابن زیدون ، تحقیق محمد سعید کیلانی ، مصر ، ۱۹۵۶ء ، ص۲۸۶

۴۹ ـ ایضـاً ، ص ۲۲۰

۵۰ ـ المعتمد ، دیوان المعتمد بن عباد ، تحقیق احمد احمد بدوی، حامد عبدالمجید ، قاہرہ، ۱۹۵۱ء ، ص ۷۷ ـ ۸۶

۵۱ ـ ابن زیدون ، دیوان ابن زیدون ، ص ۲۰۱

۵۲ ـ ابن رشیق ، العمدۃ فی صناعۃ الشعر و نقدہ ، مصر ، ۱۹۲۵ء ، ۱/۱۲۰

۵۳ ـ آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۸۳

۵۴ ـ ایضـاً ، ص ۸۳، ۸۴، نیز موازنہ کیجئے ابن زیدون، دیوان ابن زیدون، ص ۱۶۶ ـ ۱۶۸

۵۵ ـ ابن خلّکان ، وفیات الاعیان، ۳/۵۰

۵۶ ـ د . زاہد علی ، تبیین المعانی فی شرح دیوان ابن ہانی ، مصر ۱۳۵۲ھ، ص ۱۹ ، ۲۰

۵۷ ـ ابن خلّکان، وفیات الاعیان، ۳/۵۱ ، نیز مثال کے طور پر دیکھئے ، د . زاہد علی ، تبیین المعانی ... ، ص ۳۶۵

۵۸ ـ Hitti, *History of the Arabs*, p. 558.

۵۹ ـ ابن بشکوال، خلف بن عبدالملک ، کتاب الصلة ، قاهره ۱۹۶۶ء ، ۲/۳۱۶

۶۰ ـ ایضاً .

۶۱ ـ ابن خلّکان ، وفیات الاعیان ، ۳/۱۵

۶۲ ـ یاقوت الحموی، معجم الادباء ، مطبوعات دار المامون، قاهره، ۱۹۳۶ء ، ۱۲/۲۵۲، ۲۵۳

۶۳ ـ دیکھئے ابن خلّکان، وفیات الاعیان ، ۳/۱۵ ، ۱۷ ، شاید یہ مقام وہ ہے جو آج کل ,,کازا مونتیخا,, Casa Montija کہلاتا ہے ـ دیکھئے آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص۲۱۶

۶۴ ـ ابن خلّکان ، وفیات الاعیان ، ۳/۱۳

۶۵ ـ Hitti, *History of the Arabs*, p. 558.

۶۶ ـ ابن حزم، علی بن احمد، طوق الحمامة فی الالفة والالّاف، تحقیق حسن کامل، ابراهیم الابیاری، قاهره ، ۱۹۵۰ء ، ص ۶۲ ، ۶۳ ـ

۶۷ ـ ایضاً ، ص ۹۸

۶۸ ـ بلاد مغرب میں انهیں الف لام کے ساتھ ,,ابن العربی,, کہا جاتا تھا ـ اہل مشرق نے ان کے نام اور قاضی ابوبکر ابن العربی کے نام میں فرق کرنے کے لئے ان کے نام سے الف لام ہٹا کر صرف ,,ابن عربی,, کہنا شروع کیا ـ دیکھئے المقّری ، نفح الطیب، ۱/۵۷۶ تاہم عملاً اس فرق کو کچھ زیادہ ملحوظ نہیں رکھا جاتا ـ بلکہ بعض اہل علم کے نزدیک امر خود ساختہ تفریق کا کوئی جواز بھی نہیں کیونکہ خود شیخ نے اپنے نام میں الف لام استعمال کیا ہے اور ناموں میں تبدیلی اصولاً درست نہیں (دیکھئے محمود محمود الغراب، الشیخ الأکبر محی الدین ، ابن العربی ـ ترجمه حیاته من کلامه ، دمشق ، ۱۹۸۳ء ، ص ۵

۶۹ ـ ایضاً ، ۱/۵۶۹ ، ۵۸۲

۷۰ ـ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ، زیر اہتمام دانش گاہ ، پنجاب ، لاہور ، آغاز اشاعت ۱۹۶۲ء، ۱/۶۰۶ .

۷۱ ـ ابن عربی ، دیوان ابن عربی ، بولاق مصر ، ۱۲۷۱ھـ ـ ۱۸۵۵ء ص ۲۵۹ نیز دیکھئے ص ۱۹۲

۷۲ ـ ابن الشعّار، المبارک بن ابی بکر، عقود الجمان فی شعراء هذا الزمان ، مخطوطہ نمبر ۲۳۲۳ ـ ۲۳۳۰ کتب خانہ اسعد افندی ، مکتبہ سلیمان ، استانبول، ۷/۱۳۸ ب ـ ۱۳۹ أ ـ

۷۳ ـ دیکھئے محمود محمود الغراب ، الشیخ الأکبر محیی الدین ابن العربی، دمشق ، ۱۹۸۳ء ، ص ۲۳۸

۷۴ ـ ابن العربی محیی الدین ، ترجمان الاشواق ، بیروت ، ۱۹۶۶ء ، ص ۷، ۸، ۹

۷۵ ـ ان کے بعض اشعار میں بھی اس نام کی طرف اشارہ ملتا ہے مثلاً دیکھئے ، ابن العربی ,,ترجمان الاشواق,, ص ۸۳ ، ۱۲۷ ، اور ابتداء میں ص ۹ پر شیخ نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ ,,فکل اسم اذکره فی هذا الجزء فعنها اکنی ...,, یعنی ان اشعار میں خواہ کوئی بھی نام آئے مراد وہی ہے ـ

۷۶ ـ دیکھئے ابن العربی ، ترجمان الاشواق ، ص ۹ ، ۱۰، ۱۹۹

۷۷ ـ ایضاً ، ص ۱۱

۷۸ ـ المقّری ، نفح الطّیب ، ۱/۵۷۱ ، ۵۷۲

۷۹ ـ ابن العربی ، ترجمان الاشواق ، ص ۱۵۲ ، ۱۵۳

۸۰ ـ ایضاً ، ص ۳۲ ، ۳۳

۸۱ ـ دیکھئے آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۳۷۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۸۲ ـ مثلاً دیکھئے صفحات ۸۱، ۸۳، ۹۰، ۱۰۸، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۹ ـ ۱۲۱، ۱۲۲ ـ ۱۲۳، ۱۲۹، ۱۳۰ ، ۱۹۵، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۱۰، ۲۱۵، ۲۸۹ ـ ۲۹۳، ۳۱۲ ـ ۳۱۴، ۳۳۶ ـ ۳۳۷ ، ۳۳۸ ـ ۳۳۹ ، ۳۵۲ ـ ۳۵۳ .

۸۳ ـ دیکھئے :

"*First Encyclopaedid of Islam*, edited by Houtsma, Wensinck et al, E. J. Brill 1987 Vol. VI, p. 796 (article MUWASHSHAḤ)

۸۴ ـ ایضاً ، بحوالۂ بالا ، نیز دیکھئے بطرس البستانی، ادباء العرب ـ ۲ ، ص ۱۶۵ ، ۱۶۶

۸۵ ـ ابن خلدون ، عبدالرحمن بن محمد ، مقدمہ ابن خلدون ، بیروت ، (ت ـ ن) ، ص ۵۸۳ ، ۵۸۴

۸۶ ـ دیکھئے آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۱۶۰

۸۷ ـ دیکھئے بطرس البستانی ، ادباء العرب ، ـ ۲ ، ص ۱۶۲ ، ۱۶۳

۸۸ ـ مزید تفصیلات نیز نمونہ ہائے کلام کے لئے دیکھئے :

ابن سناء الملک ، ہبۃ اللہ بن جعفر ، دار الطراز فی عمل الموشّحات ، تحقیق جودۃ الرکابی، دمشق ۱۹۳۹ء ، ص ۲۵ ، ۲۶

آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۱۳۳ ـ ۱۵۴

بطرس البستانی ، ادباء العرب ـ ۲ ص ۱۵۸ ـ ۱۶۱

First encyclopaedia of Islam, article "MUWASHSHAḤ".

۸۹ ـ ابن زیدون ، دیوان ابن زیدون ، ص ۱۶۵

۹۰ ـ دیکھئے المقّری نفح الطّیب ، ص ۱۶۵

۹۰ ـ دیکھئے المقری ، نفح الطّیب ، ، ۱/۳۷ ـ ۳۱۹

۹۱ ـ آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۱۵۶ ، ۱۵۷

۹۲ ـ ایضاً ، ص ۱۳۳

۹۳ ـ ایضاً ، ص ۶۱۳ ـ ۶۳۰

۹۴ ـ دیکھئے ، ابن خلدون ، التعریف بابن خلدون و رحلتہ غربا و شرقا، تحقیق محمد بن تاویت الطنجی ، قاہرہ ، ۱۹۵۱ء ، ص ۹۱

۹۵ ـ دیکھئے آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۲۵۴

۹۶ ـ ابن خلدون ، کتاب العبر و دیوان و دیوان المبتدا والخبر ... ، بولاق ۱۲۸۴ھ ، ۷/۳۳۱ ، ۳۳۲

۹۷ ـ آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۱۳۹

۹۸ ـ الزّرکلی ، خیر الدین ، الاعلام ، بیروت ۱۹۸۰ء ، ۷/۱۵۴

۹۹ ـ آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۱۳۰ ، ۱۳۱

۱۰۰ ـ المقری ، احمد بن محمد ، ازہار الریاض فی اخبار عیاض ، قاہرہ ۱۹۳۹ء ـ ۱۹۴۲ء ، ۲/۱۶۹ .

۱۰۱ ـ Hitti, *History of the Arabs*, p. 555.

★★★